جلد 16 شمارہ 1 ماہ جنوری 2014ء ربیع الاول 1435ھ
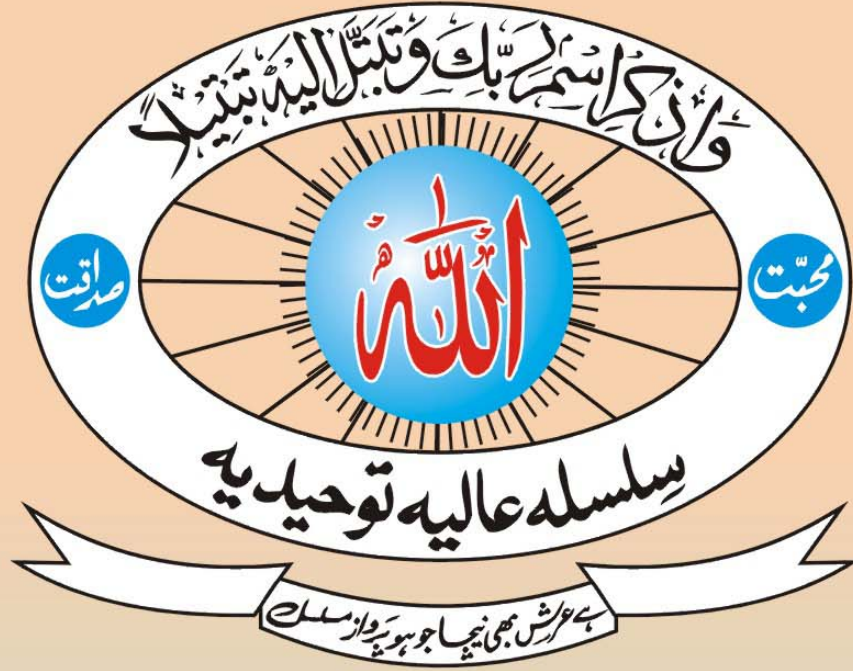
# سلسلہ عالیہ توحیدیہ کا تعارف اور اغراض و مقاصد

- سلسلہ عالیہ توحیدیہ ایک روحانی تحریک ہے جس کا مقصد کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ کے مطابق خالص توحید، اتباع رسول، کثرت ذکر مکارم اخلاق اور خدمت خلق پر مشتمل حقیقی اسلامی تصوف کی تعلیم کو فروغ دینا ہے۔
- کشف و کرامات کی بجائے اللہ تعالیٰ کے قرب و عرفان اور اس کی رضا و لقاء کے حصول کو مقصود حیات بنانے کا ذوق بیدار کرنا ہے۔
- حضور ﷺ کے اصحاب کی پیروی میں تمام فرائض منصبی اور حقوق العباد ادا کرتے ہوئے روحانی کمالات حاصل کرنے کے طریقہ کی ترویج ہے۔
- موجودہ زمانے کی مشغول زندگی کے تقاضوں کو مد نظر رکھتے ہوئے نہایت مختصر اور سہل العمل اوراد واذکار کی تلقین۔
- غصہ اور نفرت، حسد و بغض، تجسّس و غیبت اور ہوا و ہوس جیسی برائیوں کو ترک کر کے قطع ماسواء اللہ، تسلیم و رضا عالمگیر محبّت اور صداقت اختیار کرنے کو ریاضت اور مجاہدے کی بنیاد بنانا ہے۔
- فرقہ واریت، مسلکی اختلافات اور لا حاصل بحثوں سے نجات دلانا۔ تزکیہ نفس اور تصفیہ قلب کی اہمیت کا احساس پیدا کر کے اپنی ذات، اہل و عیال اور احباب کی اصلاح کی فکر بیدار کرنا ہے۔
- اللہ تعالیٰ کی رضا اس کے رسول ﷺ کی خوشنودی اور ملت اسلامیہ کی بہتری کی نیت سے دعوت الی اللہ اور اصلاح و خدمت کے کام کو آگے بڑھانا اپنے مسلمان بھائیوں کے دلوں میں قلبی فیض کے ذریعے اللہ تعالیٰ کی محبّت بیدار کرنا اور روحانی توجہ سے ان کے اخلاق کی اصلاح کرنا ہے۔

ماہنامہ

# فلاحِ آدمیّت

گوجرانوالہ

عالمگیر محبت اور بنی نوع انسان کی اصلاح و فلاح کا علمبردار

بیاد خواجہ عبدالحکیم انصاری رحمۃ اللہ علیہ
بانی سلسلہ

محمد صدیق ڈار رحمۃ اللہ علیہ
بانی مجلہ فلاح آدمیت

نگران و سرپرست اعلیٰ: محمد یعقوب توحیدی شیخ سلسلہ عالیہ توحیدیہ
0344-9000042

مدیر: احمد رضا خان
0321-6400942

نائب مدیر: سید رحمت اللہ توحیدی
0333-4552212

معاون مدیر: خالد محمود توحیدی
0300-7374750

مجلس ادارت

خالد مسعود، پروفیسر منیر احمد لودھی
ائیر کموڈور (ر) اعجاز الدین
پیر خان، عتیق احمد عباسی
ایم طالب، عبدالقیوم ہاشمی
پروفیسر محمد شبیر شاہد ہوتوانی

شیخ سلسلہ و مدیر سے رابطہ
مرکز تعمیر ملت (ڈاکخانہ سکینڈری بورڈ) وحید کالونی کوٹ شاہاں گوجرانوالہ
Ph: 0344-9000042/ 055-3862835/055-4005431
فیکس نمبر: +92-55-3736841 ای میل: info@tauheediyah.com
Website www.tauheediyah.com

پبلشر عامر رشید انصاری نے معراج دین پرنٹرز مچھلی منڈی لاہور سے چھپوا کر مرکز تعمیر ملت، جی ٹی روڈ گوجرانوالہ سے شائع کیا

قیمت شمارہ -/30 روپے ✿✿✿ سالانہ فنڈ -/300 روپے

# اس شمارے میں

# درس حدیث: ایمان اور استقامت

(حافظ محمد یٰسین)

**عن سفیان بن عبداللہؓ قال قُلت یا رسول اللہ قل لی فی الاسلام قول الا اسئل عنہ احدا غیرک قال قل آمنت باللہ ثم استقم ۔ (مسلم)**

"حضرت سفیان ابن عبداللہؓ بیان کرتے ہیں کہ میں نے ایک مرتبہ نبی اکرم ﷺ سے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ مجھے اسلام کی تعلیمات کے سلسلہ میں کوئی ایسی بات بتایئے جس کے بارے میں مجھے آپ کے سوا کسی اور سے پوچھنے کی ضرورت نہ رہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا، اقرار کرو کہ میں اللہ پر ایمان لایا۔ پھر اس اقرار پر ثابت قدم ہو جاؤ۔"

یہ حدیث مبارکہ رسول کریم ﷺ کے کلام کا ایک جامع اور بہترین نمونہ ہے۔ آپ ﷺ نے مختصر سے الفاظ میں ایمان کی حقیقت اور اہمیت کو بڑی خوبصورتی سے بیان فرما دیا ہے گویا آپ نے تھوڑے سے الفاظ میں معانی کا سمندر جمع کر دیا ہے۔ اس حدیث مبارکہ میں سب سے پہلے لفظ قل ہے یہاں قل سے مراد ہے کہ اقرار کرو۔ اقرار اس بات کا کیا جاتا ہے جس کی سچائی پر آدمی کو کامل ایمان اور پورا پورا یقین ہوتا ہے اور اس کی صداقت کو وہ دل و جان سے تسلیم کر چکا ہوتا ہے اس کے بعد آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا اٰمنت باللہ میں اللہ پر ایمان لایا۔ ایمان یقین کی اس حد کو کہتے ہیں جس میں کسی شک و شبہ کی گنجائش باقی نہ رہے اور جس پر انسان پوری طرح قائم و دائم اور مطمئن ہو۔

اللہ تعالیٰ پر آدمی کا اس طرح کا یقین اس وقت ہی ہو سکتا ہے جب اللہ کی ذات و صفات کے بارے میں جو باتیں اللہ کے برگزیدہ بندوں یعنی انبیائے کرام نے بتائی ہیں ان کو جاننے کے ساتھ ساتھ ان کی حقیقت کو سمجھتے ہوئے تسلیم کرے۔ پھر آپ ﷺ نے فرمایا ثم استقم پھر اس اقرار پر تم ثابت قدم ہو جاؤ۔ اللہ تعالیٰ پر ایمان لانے کا دعویٰ کرنا کوئی آسان کام نہیں ہے۔

یہ شہادت گاہ الفت میں قدم رکھنا ہے    لوگ آسان سمجھتے ہیں مسلماں ہونا

جب کوئی آدمی سچے دل سے ایمان کا دعویٰ کرتا ہے تو اس پر بڑی بڑی مصیبتیں اور آزمائشیں آتی ہیں ان تمام مصیبتوں اور آزمائشوں کو اللہ کی طرف سے سمجھتے ہوئے ان پر خوش دلی سے صبر کرتے ہوئے اپنے اقرار پر ثابت قدم رہنے کا نام ہی استقامت ہے ۔استقامت کا یہ بھی مطلب ہے کہ انسان کوئی ایسا کام نہ کرے یا اپنی زبان سے کوئی ایسا کلمہ ادا نہ کرے جو اس اقرار کی نفی کا موجب بنتا ہو۔

حضرت انسؓ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا "لوگوں پر ایسا زمانہ آئے گا کہ اپنے دین پر استقامت سے عمل کرنا ایسا ہوگا جیسے ہاتھ میں انگارا پکڑنا"۔ **(ترمذی)**

ایک دوسری حدیث میں حضرت ابو ہریرہؓ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جس نے میری اُمت میں فساد کے زمانے میں میری سنت کو مضبوطی سے تھاما، اس کیلئے سو شہیدوں کا ثواب ہے ۔حضور اکرم ﷺ کے فرمان کے مطابق ایمان لانے کے بعد استقامت کے ساتھ اس پر ڈٹے رہنے سے ہی حقیقی کامیابی اور فلاح نصیب ہو سکتی ہے ۔انسان کو ایمان لانے کے بعد اپنے قول و اقرار اور اپنے ارادے پر پوری دلجمعی سے ڈٹ جانے کا نام استقامت ہے۔

کسی خوف ، لالچ یا کسی تکلیف کی وجہ سے اپنے ارادے سے ذرا بھی ہٹ جانا استقامت کے خلاف ہے لیکن یہ بات بھی پیش نظر رہے کہ جس طرح عزم و استقلال بہترین صفات میں سے ہیں اس کے برعکس جہالت اور ہٹ دھرمی نہایت ہی بری اور ناپسندیدہ صفات ہیں جن سے بچنا ہر انسان کے لئے نہایت ہی ضروری ہے۔

بعض لوگ اپنی ہٹ دھرمی اور جہالت کو استقامت کا درجہ دے دیتے ہیں اور وہ یہ بھی خیال کرتے ہیں کہ وہ حق پر ہیں حالانکہ صرف اپنی ذاتی رائے یا نقطۂ نظر کو ہی حرف آخر خیال کرنا اور سچی بات کو جھٹلانا نہایت ہی ناپسندیدہ عمل ہے۔

جہالت یہ ہے کہ آدمی کسی معاملے کے بارے میں اچھی طرح علم حاصل کئے بغیر ایک رائے قائم کرے اور اس رائے پر جم جائے اسی طرح ضدا سے کہتے ہیں کہ آدمی دل میں تو یہ سمجھ رہا ہے کہ میری بات غلط ہے لیکن اس کے باوجود وہ لوگوں کو دکھانے کیلئے اس پر اڑ جائے ۔ یہ دونوں صورتیں نہایت ہی بری ہیں اور استقلال سے ان کا دور کا بھی کوئی واسطہ نہیں ہے ۔

ان باتوں سے یہ ثابت ہوا کہ آدمی علم اور عقل کی روشنی میں اللہ کی ذات وصفات پر اپنے پورے یقین اور اعتماد کا برملا اظہار کرے اور پھر اس پر کتنی ہی تکلیفیں کیوں نہ آئیں وہ ان کا مردانہ وار مقابلہ کرتے ہوئے اپنے اقرار سے ہرگز ہرگز نہ ہٹے ۔

جس طرح حضور اکرم ﷺ اور آپ کے جان نثار صحابہ کو اللہ پر یقین کامل تھا ان کے نقش قدم پر چلتے ہوئے ایمان پر استقامت سے قائم رہو اور یہ یقین رکھو کہ اسلام ہی اللہ کا سچا دین ہے اور یہ آخر کار غالب ہو کر ہی رہے گا ۔ قرآن کریم میں ارشاد ہوتا ہے کہ

"جن لوگوں نے اقرار کیا کہ ہمارا رب اللہ ہے پھر اس پر قائم رہے تو ان کو نہ کچھ خوف ہوگا اور نہ وہ غمناک ہوں گے یہی اہل جنت ہیں کہ ہمیشہ اس میں رہیں گے ۔ یہ اس کا بدلہ ہے جو وہ کیا کرتے تھے"۔ (الاحقاف)

## تصحیح

علمائے کرام ومشائخ عظام انبیاء کرام کے اسماء کے ساتھ علیہ السلام، صحابہ کرام کے ساتھ رضی اللہ تعالیٰ عنہ، اور اولیاء کے مبارک ناموں کے ساتھ رحمت اللہ علیہ لکھتے تھے ۔ مجلہ ہذا کے گزشتہ شمارہ دسمبر 2013 میں مضمون فلسفۂ شہادت حضرت امام حسینؓ کے مبارک نام کے ساتھ رضی اللہ تعالیٰ عنہ، کی بجائے علیہ اسلام کا مخفف " ؑ " لکھا گیا ہے جس کیلئے ادارہ معذرت خواہ ہے ۔

# مذہب کی اہمیت اور تصوّف کا مقام

(خواجہ عبدالحکیم انصاریؒ)

جب ہم دنیا پر نظر ڈالتے ہیں تو ہم دیکھتے ہیں کہ روئے زمین پر جو سینکڑوں قومیں آباد ہیں وہ سب ایک دوسری سے بہت مختلف ہیں۔ بعض میں تو یہ اختلاف بہت معمولی ہے مثلاً انگریزوں ،جرمنوں اور فرانسیسیوں میں، لیکن بعض قوموں میں یہ اختلاف بعدالمشرقین کا سا ہے مثلاً افریقہ کے حبشیوں اور انگریزوں میں کوئی چیز بھی مشترک نظر نہیں آتی سوائے اس کے کہ یہ بھی انسان ہیں اور وہ بھی۔ پھر یہ اختلاف قوموں ہی تک محدود نہیں ،ایک ہی ملک کے مختلف صوبوں کے آدمی لباس، زبان، رسوم اور صورت وشکل میں کافی مختلف ہوتے ہیں۔ پھر ایک ہی صوبے کے باشندوں میں بھی ایک دوسرے سے کافی اختلاف پایا جاتا ہے۔ یہی نہیں بلکہ ایک ہی شہر، ایک ہی محلے اور ایک ہی خاندان اور گھرانے کے لوگ اور کسی چیز میں نہیں تو صورت وشکل میں ایک دوسرے سے بالکل نہیں ملتے ،حتیٰ کہ دو سگے بھائیوں کی شکل بھی بالکل ایک جیسی نہیں ہوتی۔ یہ اختلافات یہیں ختم نہیں ہوجاتے بلکہ ہر آدمی کی طبیعت، عادت اور ذہنیت بھی دوسروں سے کسی نہ کسی قدر مختلف ہوتی ہے ہر ایک کی پسند اور خواہشات دوسرے سے کسی نہ کسی حد تک جدا ہوتی ہیں۔ کسی کو مٹھاس پسند ہے تو کسی کو نمکین ،کوئی ایک رنگ کو پسند کرتا ہے تو دوسرا اس سے نفرت کرتا ہے۔ کوئی سکون وسکوت کی زندگی کا دلدادہ ہے تو کوئی ہنگامہ آرائی اور شور وشغب کا، کوئی آرام پسند ہے تو کوئی کام پسند، کوئی شراب پر جان دیتا ہے تو کوئی اس سے نفرت کرتا ہے، کوئی بہادر ہے تو کوئی بزدل، کوئی جنگجو ہے تو کوئی صلح جو، کسی کو لوگوں کے ستانے اور تکلیف دینے میں مزا آتا ہے تو کسی کو مخلوق خدا کی خدمت کرنے میں۔ الغرض زندگی کے جس گوشہ کو دیکھو اختلاف وتضاد کا مجموعہ ہے۔

اب غور طلب بات یہ ہے کہ اگر اس قدر مختلف الخیال اور مختلف المزاج لوگوں کو ایک قطعہ زمین میں اکٹھا بسا دیا جائے تو نتیجہ کیا نکلے گا۔ یہی کہ وہ ہر وقت بحث و تکرار، جنگ و جدل، قتل و غارت اور لوٹ کھسوٹ میں مبتلا رہیں گے۔ نہ کوئی رات کو آرام و سکون سے سو سکے گا نہ دن کو اطمینان قلب کے ساتھ کام کر سکے گا۔ ظاہر ہے کہ اس حالت میں وہ گونا گوں تعمیری قوتیں جو اللہ تعالیٰ نے انسان کو عطا فرمائی ہیں ہرگز بروئے کار نہ آ سکیں گی۔ نہ کوئی بستی بس سکے گی نہ کوئی معاشرہ وجود میں آئے گا۔ انسان جنگلی جانوروں کا ریوڑ بن کر رہ جائے گا اور معیشت و معاشرت یا تہذیب و تمدن میں بال برابر ترقی نہ ہو سکے گی۔

لیکن حق تو یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی کوئی تخلیق بھی ناقص اور بیکار محض نہیں۔ اس تنوع اور اختلاف میں بھی بڑی حکمت مضمر ہے۔ حرکت اور عمل جو زندگی کی جان ہیں اسی تنوع اور اختلاف سے پیدا ہوتے ہیں۔ اگر سب لوگ ایک ہی طبیعت اور ایک ہی خیال کے ہوتے تب بھی انسان زندگی کے مختلف شعبوں میں اتنی محیر العقول ترقی نہ کر سکتا جو اس نے اب کی ہے۔ اندریں حالات ضرورت کسی ایسی شے کی تھی جو اس اختلاف طبع کو کلیتہً ضائع بھی نہ ہونے دیتی اور اس کے مضر رساں اثرات کو کم بھی کر دیتی۔ یہ کام اللہ نے مذہب سے لیا۔

مذہب کیا ہے؟ یہ چند ایسے قواعد و ضوابط کا مجموعہ ہے جن پر عمل کرنے سے انسان اِس دنیا میں بھی آرام و آسائش کی زندگی بسر کرتا اور مرنے کے بعد بھی اچھا مقام حاصل کر سکتا ہے۔ اللہ تعالیٰ قرآن میں فرماتا ہے۔ **لَقَدْ خَلَقْنَا الْإِنْسَانَ فِيْ كَبَدٍ** o (ہم نے انسان کو تکلیفوں کے بیچ میں پیدا کیا ہے) مطلب یہ ہے کہ یہ دنیا تکلیفوں کا گھر ہے جیسے کہ سمندر پانی کا گھر ہے۔ اگر کسی کو سمندر میں پھینک دیا جائے تو اُس کے اُوپر نیچے دائیں بائیں ہر طرف پانی ہی پانی ہوگا۔ یہی حالت اِس دنیا کی ہے۔ بچہ جس دن پیدا ہوتا ہے اس دن سے جوان اور بوڑھا ہو کر مرنے تک کسی وقت بھی تکلیفوں سے چھٹکارا نہیں پاتا۔ یہ تکلیفیں دو چار یا دس بیس نہیں بلکہ بے حد و بے شمار اور سینکڑوں قسم کی ہوتی ہیں۔ مفلسی اور ناداری، عزیز و اقارب سے ناچاقی،

دوست احباب کی سرد مہری و بے وفائی، افسروں کی تنگ مزاجی اور بے جا ناراضگی، حق تلفی، تجارت میں خسارہ، زراعت میں خشک سالی، بیوی کا پھوہڑ پن، خاوند کی بدمزاجی، بچوں کی نالائقی اور نافرماں برداری، چوری، آتشزدگی، پڑوسیوں کی بے وجہ دشمنی، مقدمہ بازی، اہل کاروں اور افسروں کی بددیانتی و رشوت ستانی، موسموں کی ناخوشگواری اور بے اعتدالی اور اس کی وجہ سے طرح طرح کی بیماریاں، ڈاکٹروں اور حکیموں کی بے پرواہی، وبائیں اور جنگیں، غربت میں مہمانوں کی یورش، پیاروں کی موت، امتحانات میں ناکامی، الغرض ایک دو، دس بیس بلکہ ہزاروں ہوں تب بھی کچھ لکھا اور کہا جائے۔ یہاں تو جیسے سمندر کا پانی اتھاہ ہے۔ اسی طرح تکلیفیں بھی لامحدود و بے شمار ہیں۔ بعض اوقات تو تعجب ہوتا ہے کہ انسان زندہ ہی کیسے رہتا ہے لیکن اگر غور اور بے تعصبی سے دیکھا جائے تو یہ مذہب اور صرف مذہب ہی ہے جو ان حالات میں بھی انسان کی ہمت کو ٹوٹنے نہیں دیتا اور حوصلے کو قائم رکھتا ہے۔ جب ایک مصیبت زدہ اپنی تمام کوششوں اور تگ و دو میں ناکام ہو جاتا ہے، جب ناکامی و نامرادی کے کالے بادل ہر طرف سے گھیر لیتے ہیں، جب اپنے پرائے سب منہ پھیر لیتے ہیں، مفلسی اور ناداری کے منحوس سائے ہر طرف سے بھوتوں کی طرح لپکتے ہیں، جب چاروں طرف گھور اندھیرا ہی اندھیرا نظر آتا ہے، آس اور امید کی ہلکی سی کرن بھی کہیں دکھائی نہیں دیتی، جب کپڑے پھاڑ کر گھر سے نکل بھاگنے اور مرنے کو جی چاہتا ہے، اس وقت، ہاں بالکل اُسی وقت! مذہب ہی آڑے آتا ہے اور اسے گلے لگا لیتا ہے اور خداوندرحیم و کریم کی بے پناہ رحمت و شفقت اور امداد و نصرت کا یقین دلا کر **لَا تَقْنَطُوْا مِنْ رَّحْمَةِ اللّٰهِ** (اللہ کی رحمت سے مایوس نہ ہو) کا مژدہ سناتا ہے اور خودکشی کر کے کتے کی موت مرنے سے بچالیتا ہے۔ مذہب کا یہ پیامِ قدوسی تنِ مردہ میں نئی روح پھونک دیتا ہے، وہ پھانسی کا پھندا گلے سے نکال کر ایک نئے ولولے اور جوشِ عمل کے ساتھ اُٹھتا، مصائب کے پہاڑوں سے ٹکرا کر ان کو ریزہ ریزہ کرتا، مخالفتوں کو کچلتا، تکلیفوں پر مسکراتا آگے ہی آگے بڑھتا چلا جاتا ہے۔ رفتہ رفتہ اندھیرا چھٹنے لگتا ہے، امیدوں کے دیئے روشن ہو جاتے ہیں اور آخر کار کامرانی و کامیابی

اُس کے قدموں پر سر رکھ دیتی ہے یہ محض افسانہ اور شاعری نہیں ہے، دیکھنے اور غور کرنے سے آپ کو اپنے اردگرد ایسے زندہ واقعات اکثر و بیشتر نظر آ سکتے ہیں۔

مذہب کا کام صرف اتنا ہی نہیں۔ یہ تو زندگی کے ہر گوشہ اور ہر موڑ پر انسان کی رہنمائی کرتا ہے خصوصاً ہمارا مذہب اسلام تو ایک مکمل ضابطہ حیات ہے۔ اس میں حقوق اللہ اور حقوق العباد کے سلسلہ میں عبادت و تقویٰ، معیشت و معاشرت، قیادت و سیاست وغیرہ کے سارے اصول مقرر کر دیئے گئے ہیں بلکہ چلنے پھرنے، اُٹھنے بیٹھنے، نہانے دھونے، طہارت و ناپاکی، بولنے چالنے، ملنے ملانے اور کھانے پینے تک کے آداب و قواعد پوری وضاحت سے بتا دیئے گئے ہیں۔ مذہب نے انسان کے تمام اعمال کو دو حصوں میں تقسیم کر دیا ہے۔ ایک شر ہے دوسرا خیر۔ ایسے کام جو انسان کی تکلیف و تخریب کا باعث ہوں شر کہلاتے ہیں اور ایسے اعمال و افعال جو اس کی راحت و تعمیر کا سبب ہوں ان کو خیر کہتے ہیں۔ انہی کا دوسرا نام نواہی اور اوامر ہے۔ یہ خیر و شر اور اوامر و نواہی اس قدر معلوم و معروف ہیں کہ ہر ایک جانتا اور مانتا ہے۔ یہ بھی سبھی جانتے ہیں کہ جب تک کسی قانون کے پیچھے قانون شکن لوگوں کو سزا دینے کی طاقت موجود نہ ہو وہ قانون بیکار ہوتا ہے۔ اس لئے ہمارے قانون کی کتاب یعنی قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے بیسیوں جگہ خوب کھول کھول کر بتا دیا ہے کہ اللہ تمام کائنات کا خالق و مالک ہے اور اس کی ہر شے پر قادر ہے۔ وہ حاضر و ناظر ہے، سمیع و بصیر ہے۔ رات کے اندھیرے میں چیونٹی کو بے تکلف دیکھتا اور اس کے چلنے کی آواز سنتا ہے۔ وہ ہر شخص کے نیک و بد اعمال کو ہر وقت دیکھتا بلکہ ہر شخص کے دل میں جو خیالات گزرتے ہیں ان سے بھی واقف رہتا ہے۔ اُس نے صاف صاف بتا دیا ہے کہ جو لوگ حکم عدولی اور قانون شکنی کریں گے ان کیلئے دوزخ کا عذاب ہے اور جو نیکوکار ہوں گے ان کا صلہ جنت ہے۔ دوزخ کی تکالیف اور جنت کی نعمتوں کا بیان بھی کھول کھول کر کر دیا گیا ہے۔ یہ بھی بتایا گیا ہے کہ مرنے کے بعد پھر زندگی ہے اور یہ کہ قیامت کا دن برحق ہے۔ اس کے علاوہ فرشتوں، رسولوں اور قرآن کے علاوہ دوسری الہامی کتابوں کا بھی ذکر کیا گیا ہے اور سب پر ایمان لانے کا حکم دیا گیا ہے۔

ظاہر ہے کہ یہ سب غیب میں ہیں۔اب حکم یہ ہے کہ ان کو بغیر دیکھے اور بلا کسی دلیل کے مان لو۔

الغرض یہ ہے مذہب جس نے انسان کو انسان سے محبت کرنا سکھایا اور ضرورت کے وقت ایک دوسرے کے کام آنے بلکہ خود تکلیف اٹھا کر دوسروں کو راحت و آرام پہنچانے کا سبق دیا جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ کروڑوں آدمی جو شکل وصورت ، رنگ روپ اور عادت و ذہنیت میں ایک دوسرے سے مختلف تھے آپس میں وابستہ و پیوستہ ہو کر اس طرح گھل مل گئے کہ گویا ایک ہی جسم کے مختلف اعضاء ہیں ۔اس طرح ہر ملک میں ایک قوم اور ایک معاشرہ وجود میں آیا اور ایسا امن وامان قائم ہوگیا جس میں ہر شخص کو اپنی خدا داد قابلیتوں اور طاقتوں کو بروئے کار لانے کا موقع ملا اور ہر آدمی اپنی اُمنگوں اور خواہشوں کے حصول میں کسی نہ کسی حد تک ضرور کامیاب ہوگیا۔

حقیقتاً سب سے بڑی نعمت جو مذہب نے انسان کو عطا کی ،امن وامان ہے موجودہ زمانہ کی علمی ،ادبی ،صنعتی ،اقتصادی ،سیاسی ، زرعی ،سائنسی اور حربی ،الغرض ہر طرح کی ترقی امن وامان اور صرف امن وامان کی مرہون منت ہے ۔امن وامان نہ ہوتا تو نہ انسان کو طرح طرح کے علوم حاصل کرنے کا موقع ملتا نہ یہ ایجادات واختراعات وجود میں آتیں ، نہ تمدن اتنی ترقی کرتا لیکن افسوس ہے کہ ہم لوگوں کے دل میں امن وامان کی کوئی خاص قدر و منزلت نہیں ہے۔

بات یہ ہے کہ جنہوں نے امن وامان کے زمانہ میں آنکھ کھولی اور پرورش پائی ہو اور جن کو لاقانونیت اور بدامنی سے کبھی واسطہ نہ پڑا ہو وہ کسی طرح بھی نہیں سمجھ سکتے کہ بدامنی کی حالت میں انسان پر کیا کچھ گزر جاتی ہے ۔پاکستان میں تو امن وامان کی قدر و قیمت وہی لوگ جانتے ہیں جو تقسیم ہند کے وقت مشرقی پنجاب اور دہلی وغیرہ کے قرب وجوار میں مقیم تھے اور خود خاک وخون کے سمندر میں سے پاپیادہ گزر کر پاکستان آئے تھے ۔تقسیم ہند کے وقت جولائی سے نومبر تک لاکھوں مسلمان شہید ہوئے ۔ایک لاکھ سے زیادہ عورتوں کی بے حرمتی ہوئی ۔ بھارتی ہندوؤں اور پاکستانی بنگالیوں کے ہاتھوں لاکھوں بنگالی اور غیر بنگالی قتل کردئے گئے ،اور کروڑوں روپیہ کا نقصان ہوا اور یہ سب کچھ مذہب کے باغی ، ہوس پرست ،اقتدار پسند لوگوں نے ہندوؤں کی شہ پر کیا۔

اللہ ہم سب کو ایسی مصیبت سے آئندہ محفوظ و مامون رکھے۔آمین۔اب ہم تقسیم ہند کے وقت جو ہزاروں واقعات قتل و غارت وغیرہ کے پیش آئے ان میں سے صرف ایک سچا واقعہ تحریر کرتے ہیں۔شاید اس کو پڑھ کر امن و امان کی برکت اور حقیقی قدر و قیمت آپ کے ذہن نشین ہو جائے۔

ستمبر ۱۹۴۷ء کی ابتدائی تاریخیں تھیں اور صبح کے آٹھ بجے تھے۔ایک کلاس ون افسر بچوں اور بیوی سمیت اپنی کوٹھی میں ناشتہ کی میز پر بیٹھے ہوئے تھے۔اگرچہ حالات و واقعات کی وجہ سے سبھی متفکر و پریشان تھے لیکن یہ اطمینان تھا کہ کوٹھی کے دروازہ پر پولیس کا پہرہ ہے ابھی دو چار لقمے بھی نہ کھائے ہوں گے کہ ہندو اور سکھوں کا ایک غول پہرہ کے سپاہیوں کو بے بس کر کے اندر گھس آیا اور غنڈوں کے لیڈر نے صاحب موصوف سے کہا کہ جیسے بیٹھے ہو ویسے ہی اُٹھ کر کوٹھی سے باہر نکل جاؤ اور جہاں دل چاہے چلے جاؤ۔ذرا بھی دیر کی تو سب کو قتل کر دیا جائے گا۔صاحب موصوف بے چارے کیا کرتے ہاتھ کا لقمہ ہاتھ میں اور منہ کا منہ میں ،بال بچوں سمیت کوٹھی سے باہر نکل آئے اور ارادہ کیا کہ جامع مسجد میں جو پناہ گزینوں کا کیمپ پڑا ہے وہاں چلے جائیں۔دو ہی قدم چلے ہونگے کہ اسی کوٹھی کے بھنگی نے صاحب کی بڑی لڑکی کا ہاتھ پکڑ لیا اور کہا کہ ''اسے تو میں نہ جانے دوں گا''۔اس پر صاحب موصوف کو قدرتاً غصہ آیا اور وہ بھنگی کو مارنے کے لیے آگے بڑھے ہی تھے کہ دو تین کرپان بند سکھوں نے روک دیا اور کہا خبردار جو اس کو کچھ کہا، جانے دو اس لڑکی کو ورنہ سر اڑا دوں گا۔چنانچہ صاحب موصوف مجبور ہو گئے اور یہ لُٹا پٹا قافلہ جامعہ مسجد کی طرف روانہ ہو گیا۔ایک لمحہ کے لیے سوچئے کہ اس وقت صاحب موصوف اور اس بچی کی ماں اور بھائی بہنوں کے دل پر کیا قیامت گزری ہوگی۔خدانخواستہ اگر یہ واقعہ ہم لوگوں میں سے کسی کو پیش آئے تو ہماری کیا حالت ہوگی!۔**اناللہ وانا الیہ راجعون۔**

انسان کو زندہ و سلامت رہنے اور ترقی کرنے کے لیے مذہب کی کس قدر ضرورت ہے اگر مذہب نہ ہوتا تو آج یہ دنیا ویران اور وحشی انسانوں کا مسکن ہوتی۔اس لیے مذہب کے دامن کو مضبوط تھامو اور جو چیز حدیث و قرآن کے خلاف ہو اس کو نیست و نابود کر دو خواہ وہ کوئی فیشن ہو یا

رسم یا کوئی علم ہو مثلاً تصوف یا کوئی اور نظریہ ہو مثلاً وحدت الوجود، اصل چیز مذہب اور شرع ہے، تصوف تو بہت بعد کی بات ہے ۔ شرع ہر زمانہ، ہر حالت، اور ہر وقت تصوف پر فضیلت و فوقیت رکھتی ہے ۔ دُنیا کے ساٹھ ستر کروڑ مسلمانوں کو عزت کے ساتھ زندہ رہنے کے لیے سختی سے پابندی مذہب کی ضرورت ہے ۔ تصوف کتنے آدمی سیکھتے ہیں؟ مشکل سے چند لاکھ! اور کتنے کامیاب ہوتے ہیں؟ مشکل سے چند سو! پھر آج جبکہ جاہل اور نقلی پیروں نے اصل تصوف کی صورت ہی مسخ کر دی ہے کون کہہ سکتا ہے کہ سچا تصوف کیا ہے، اصل بزرگ اور ولی کون ہے ۔ اِس لئے میرے عزیزو! مذہب کو اختیار کرو، مذہب کو بچاؤ، یہی تم کو آخر تک بچائے گا۔

بانی سلسلہ خواجہ عبدالحکیم انصاریؒ نے فرمایا:

**محبت وصداقت:** ۔ اپنے دل میں تمام مخلوق خدا کے لیے محبت کا جذبہ پیدا کرو اور ہر کام حق وصداقت سے انجام دو، اس سے تمہارے قلب و روح کو بڑا اطمینان ملے گا، مگر جب فرائض منصبی کا تقاضہ ہو تو اپنے محبوب ترین آدمی کو بھی سزا دینے میں تامل نہ کرو یاد رکھو کہ اسلام نے دوسرے مذاہب کے لوگوں سے بھی محبت اور رواداری سے پیش آنے کا حکم دیا ہے، اس حکم کی پوری تعمیل کرو۔ لیکن جب ان غیر مسلموں سے کسی مسلمان یا تمہارے مذہب و ملت کو خطرہ ہو تو اس وقت محبت اور رواداری کرنا خلاف حق ہے ایسے موقعوں پر محبت اور رواداری کو قطع کر کے ان لوگوں کے مقابلہ پر ڈٹ جاؤ اور اس وقت تک مقابلہ کرتے رہو جب تک خطرے کا قطعی استیصال نہ ہو جائے ۔

# مقامِ محبت

( قبلہ محمد صدیق ڈارؒ)

اللہ تعالیٰ اپنی مخلوق کے ساتھ بے پناہ محبت کرتے ہیں۔حضور نبی کریمﷺ کے فرمان کے مطابق وہ اپنی مخلوق کے ساتھ ستر ماؤں سے بھی زیادہ مہربان ہے اور جو انسان جتنا زیادہ اللہ کا مقرب ہوتا ہے اتنا ہی وہ اسکی مخلوق کے ساتھ پیار کرتا ہے۔بنی نوع انسان میں سے اللہ کا سب سے زیادہ قرب حاصل کرنے والی ذات حضور رسالت مآب فخر موجودات سید الانبیاء احمد مجتبیٰ محمد مصطفیٰﷺ کی ہے۔آپﷺ اللہ کے قرب کے جس مقام پر پہنچے وہاں نہ کبھی کوئی پہنچا نہ ہی پہنچ سکے گا۔دوسرے تمام انسانوں کی معراج کا انحصار حضورﷺ کے اتباع کے مدارج پر ہے۔یہی وجہ ہے کہ اللہ کے بعد اللہ کی مخلوق کیلئے سب سے زیادہ محبت آپکے دل میں ہے۔اللہ تعالیٰ نے آپ کو نبی رؤف و رحیم اور رحمت اللعالمین کے خطابات سے نوازا۔

اللہ تعالیٰ کی محبت اور اس کے قرب و رضا کے طالب اس حقیقت سے اچھی طرح آگاہ ہوتے ہیں کہ اس کائنات کی تخلیق کا باعث ہی محبت ہے۔محبت ہی وہ امانت تھی جس کے اُٹھانے سے زمین اور آسمان ڈر گئے لیکن حضرت انسان نے اسے اٹھالیا کیونکہ اسے پیدا ہی اللہ کی عبادت یعنی محبت و اطاعت کیلئے کیا گیا تھا۔اللہ کے دین کی اساس بھی محبت ہی ہے اور تمام عبادات کی روح بھی یہی ہے۔محبت کے ساتھ انجام دیئے گئے چھوٹے چھوٹے اعمال بھی اللہ کے ہاں مقبول ہو کر مغفرت کا سبب بن جاتے ہیں۔اس کے برعکس اگر ارکان اسلام میں اللہ کی محبت شامل نہ ہو تو سب کچھ رد کر دیا جاتا ہے۔جیسا کہ علامہ اقبالؒ نے فرمایا ہے کہ

شوق تیرا گر نہ ہو میری نماز کا امام
میرا قیام بھی حجاب میرا سجود بھی حجاب

انسان کی زندگی کا مقصود اللہ تعالیٰ کا قرب اور دیدار حاصل کرنا ہے۔دین کے اوامر و نواہی کا مقصود ہی یہ ہے کہ انسان خواہشات نفس اور ہوا و ہوس کا غلام بننے کی بجائے صرف اللہ کا عبد یعنی غلام بن جائے۔اس کا تزکیہ نفس اور تصفیہ قلب ہو جائے اور اس پر اللہ کی صفات کا رنگ چڑھ جائے۔

اس کے دل سے دنیا کی محبت نکل جائے اور اس کی جگہ اللہ اس کے رسول اور اس کی مخلوق کی محبت گھر کر جائے۔حضور رحمت اللعالمین ﷺ کا فرمان مبارک ہے کہ دنیا کی محبت ہر برائی کی جڑ ہے اور اللہ کی محبت ہر نیکی اور خوبی کا منبع ہے۔یہ بات ذہن میں رہے کہ خرابی کی جڑ دنیا کو نہیں بلکہ دنیا کی محبت کو فرمایا گیا ہے۔دنیا اور اس میں جو کچھ بھی ہے اسے تو پیدا ہی انسان کیلئے کیا گیا ہے اور انسان کو زمین کی خلافت کیلئے خلق فرمایا گیا اور اس منصب پر فرشتوں اور جنوں کو بھی رشک آیا تھا۔اس لئے خرابی دنیا میں نہیں ہے بلکہ اس کی محبت میں پھنس کر اللہ کو بھول جانے میں ہے۔انسان کا شرف کمال انسانیت پر فائز حضور سید الانبیا ﷺ کا اتباع کرتے ہوئے اللہ کی محبت کا حصول ہے۔جو انسان اللہ کی محبت کے رنگ میں رنگ جاتا ہے اس سے عفو و درگزر، حلم و برداشت، سخاوت و ایثار اور مدد و خدمت جیسے فضائل کا اظہار ہونے لگتا ہے۔حضور ﷺ نے جب بھی مثالی مومن کی پہچان کے بارے میں ارشاد فرمایا تو ہمیشہ دوسرے انسانوں کے ساتھ اس کے رویے اور برتاؤ کو ہی برتری کا معیار قرار دیا۔آپ ﷺ نے اللہ کی محبت کے حصول کیلئے اللہ کی مخلوق کی خدمت کا راستہ دکھایا۔ اللہ کے دین میں تمام عبادات اور کثرت ذکر کا مقصود بھی یہ ہے کہ اس سے اخلاقی رذائل زائل ہوتے چلے جائیں اور ان کی جگہ فضائل پیدا ہو جائیں۔اللہ کی راہ میں جیسے جیسے انسان آگے بڑھتا ہے ویسے ویسے اس میں انسانوں کی خدمت کا جذبہ بھی ترقی کرتا چلا جاتا ہے۔حضور محسن انسانیت ﷺ نے حُسن اخلاق محبت و مودّت اور تکریم انسانیت کو ہی ایمان کا پیمانہ قرار دیتے ہوئے جو ارشادات فرمائے۔

☆ایمان لانے کے بعد سب سے بڑی نیکی انسانوں سے محبت کرنا ہے۔

☆تم میں سب سے اچھا وہ ہے جو اپنے اہل و عیال کے ساتھ سب سے اچھا سلوک کرے۔خدا کی قسم تم مومن نہیں ہو سکتے جب تک اپنے بھائی کیلئے وہی کچھ پسند نہ کرو جو اپنی ذات کیلئے کرتے ہو۔

☆تم میں بہترین لوگ وہ ہیں جن کے اخلاق اچھے ہیں۔

☆سب سے اچھا انسان وہ ہے جو دوسرے انسانوں کو نفع پہنچائے۔

☆قیامت کے روز مومن کے نیکیوں والے پلڑے میں سب سے وزن والی چیز خوش خلقی ہو گی۔

الغرض سچا مومن وہ ہے جس کے دامن میں انسانوں کو امن و امان ملے اور پکا مسلم وہ ہے جو دوسروں کی سلامتی اور بھلائی کیلئے کوشاں رہے۔ حکیم الامت نے اسلام کے ترجمان ہونے کی حیثیت سے انسانوں کی محبت اور خدمت کو ہی خیر و خوبی کا سرچشمہ قرار دیا ہے۔

محبت کے شرر سے دل سراپا نور ہوتا ہے
ذرا سے بیج سے پیدا ریاضِ طور ہوتا ہے
محبت ہی سے پائی ہے شفا بیمار قوموں نے
کیا ہے اپنے بختِ خفتہ کو بیدار قوموں نے
شرابِ روح پرور ہے محبت نوعِ انساں کی
سکھایا اس نے مجھ کو مست بے جام و سبو رہنا
یقین محکم عمل پیہم ، محبت فاتحِ عالم
جہادِ زندگانی میں یہ ہیں مردوں کی شمشیریں
جو تو سمجھے تو آزادی ہے پوشیدہ محبت میں
غلامی ہے اسیرِ امتیازِ ماو تو رہنا

جن لوگوں نے اسلامی انقلاب کی روح اور حضور نبی کریمؐ اور صوفیاء کرام کے فیض صحبت کے اثرات کا بنظرِ عمیق مطالعہ کیا ہے یا کسی اللہ والے کی مجالس میں حاضر ہو کر روحانی فیض کا عملی تجربہ حاصل کیا ہے وہ اچھی طرح جانتے ہیں کہ اللہ کی محبت اہل محبت کی صحبت کے بغیر حاصل نہیں ہو سکتی۔ جس طرح علم اہل علم سے، فن اہل فن سے اور ہنر اہل ہنر سے حاصل کیا جاتا ہے۔ اسی طرح دل میں اللہ کی محبت کی جوت کسی اہل دل کی نظر اور توجہ ہی سے جگائی جا سکتی ہے حکیم الامت حضرت علامہ محمد اقبالؒ فرماتے ہیں۔

می نہ روئید تخمِ دل از آب و گِل
بے نگاہے از خداوندانِ دل

یعنی اللہ تعالیٰ نے روزِالست ہی اپنی محبت کا جو بیج ہر انسان کی روح میں ڈال دیا تھا وہ مٹی اور پانی سے نہیں اُگتا بلکہ اسے اہلِ دل یعنی اللہ والوں کی نگاہ کی ضرورت ہوتی ہے۔ اور یہی درحقیقت بزرگوں کا اصل کام ہے کہ انسانوں کے دلوں میں اللہ کی چھپی ہوئی محبت کو بیدار کر کے انہیں اللہ کی محبت اور اطاعت کے صراطِ مستقیم پر ڈال دیں۔

اللہ تعالیٰ کے فضل سے جب کوئی مردِ کامل مل جائے تو اس کے روحانی فیض سے دل میں چھپا ہوا محبت کا بیج پھوٹ پڑتا ہے، جس سے دل سراپا نور ہو جاتا ہے۔ دل میں وہ چمپے کی بوٹی لگ جاتی ہے کہ جب ذکر کی آبیاری سے اس پر بہار آتی ہے تو انسان کی نس نس میں محبت کی خوشبو بس جاتی ہے۔ اللہ تعالیٰ اور اس کے حبیب ﷺ کی اطاعت میں لطف آنے لگتا ہے۔ اللہ کے ذکر سے دل کو اطمینان کی دولت عطا ہوتی ہے۔ نمازیں اللہ کی حضوری والی اور آنکھوں کی ٹھنڈک کا سامان بن جاتی ہیں۔ اللہ کی محبت سے قلب و روح کو وہ انوکھی لذت ملتی ہے کہ انسان دنیا کے مال و متاع سے بے نیاز ہو کر دائمی مسرت جیسی نعمت سے ہمکنار ہو جاتا ہے۔ بقول علامہ اقبالؒ

دو عالم سے کرتی ہے بیگانہ دل کو
عجب چیز ہے لذت آشنائی

سلسلہ توحیدیہ میں یہ تعلیم دی جاتی ہے کہ اللہ تعالیٰ کی مخلوق کی خیر خواہی، اصلاح و فلاح اور محبت و خدمت کے منشور پر عمل کئے بغیر اللہ کا قرب حاصل ہو ہی نہیں سکتا۔ بانی سلسلہ نے "طریقت توحیدیہ" میں محبت کی اہمیت واضح کرتے ہوئے تحریر فرمایا۔

"اخلاق حسنہ پیدا کرنے کیلئے پہلی ضروری بات یہ ہے کہ تمام مخلوقِ خدا کے ساتھ ایک عالمگیر محبت کا جذبہ پیدا کرو اور اپنے دل و دماغ اور روح کو محبت کے رنگ میں رنگ لو۔ اگر تم ولی اللہ بننا چاہتے ہو اور اگر تمہاری خواہش ہے کہ اللہ تمہارے ساتھ محبت کرے تو ضروری ہے کہ تم اس کی مخلوق سے محبت کرو۔ مجنوں تو لیلیٰ کے کتے سے بھی محبت کرتا تھا۔ تم کیسے محبّ ہو کہ اپنے محبوب کی مخلوق سے بھی محبت نہیں کرتے۔"

## خواجہؒ کے خطوط (مرتب: خالد مسعود)

**جوش بغیر اعلیٰ اخلاق کے نقصان کا باعث ہے** (بنام اصغر علی صاحب 1/10/66)

......صاحب کو بھی اپنے بزرگ ہونے کا احساس اور ہلکا سا گھمنڈ پیدا ہو گیا ہے۔ کوان کو محسوس نہیں ہونا یہ نفی ہونا چاہیے۔ ان کو تو ابھی الف ب ت ہی شروع کرائی ہے۔ ابتداء میں ہی یہ احساس پیدا ہو گیا تو آئندہ غرور بن جائے گا اور بجائے ترقی کرنے کے وہ تباہ ہو جائیں گے۔

......صاحب بے شک کراچی حلقہ کے خادم ہیں مگر میں نے ان کو اس لیے نہیں بنایا کہ وہ کوئی بزرگ ہیں بلکہ محض اس لیے بنایا ہے کہ وہ لوکل آدمی ہیں نوکری پیشہ لوگ ہمیشہ بدلتے رہتے ہیں۔ حلقہ کا خادم ہونا کوئی خاص اعزاز نہیں میں تو راستہ چلتے کو پکڑ کر حلقہ کا انچارج بنا دیتا ہوں جو یہ سمجھنے لگتا ہے کہ وہ دوسرے پیر بھائیوں سے افضل ہے یا ان پر حکم چلاتا ہے وہ خود ذلیل ہو جاتا ہے۔ آپ نے جو لکھا ہے کہ "کراچی کے حلقہ میں جو جوش ہے میں اس کو اعتدال پر لانے کی کوشش کر رہا ہوں کیوں کہ جوش بغیر اعلیٰ اخلاق کے نقصان کا باعث ہوتا ہے۔ کراچی کے حلقہ والوں خصوصاً ملیر کے لوگوں میں جوش تو ہے مگر ان کی اخلاقی حالت بہت خراب ہے۔" آپ انکو سمجھا دیں کہ کسی غریب کو ہزار روپیہ مل جائے تو وہ اچھلنے لگتا ہے اور اپنی اصلیت کو بھول جاتا ہے۔ بالکل یہی حال روحانیت کا ہے کہ جب قلب میں ذرا گرمی اور سرور پیدا ہوا وہ سمجھتے ہیں کہ ہم بڑے بزرگ بن گئے۔ دوسروں پر اپنی روحانیت کا رعب جماتے ہیں۔ ممکن ہے یہ بات وہ خود محسوس نہ کرتے ہوں مگر ہوتا یہی ہے حالانکہ ان کی یہ کیفیت بالکل ابتدائی ہوتی ہے۔ دراصل دوسرے سلسلوں میں جو چیز برسوں کی محنت اور ریاضت کے بعد ملتی ہے۔ وہ ہمارے ہاں اگر کوئی محنت کرے تو دو چار ماہ میں ہی مل جاتی ہے گویا جو اوروں کے ہاں انتہا ہے وہ ہمارے ہاں ابتدا ہے۔

والسلام!

## قبلہ محمد صدیق ڈار صاحبؒ کا خط بنام محمد مبشر

اللہ کے ذکر کے فضائل بے شمار ہیں اور اس کی برکات بیان سے باہر ہیں۔ یہ اُس خالق و مالک کا پاک نام ہے" **اللہ** " اور اس کے ذکر سے ہر شے پاک ہو جاتی ہے۔ جب ذکر دل میں ہوگا تو دل پاک ہو جائے گا۔ دماغ میں ذکر چلے گا تو خیالات پاک ہو جائیں گے۔ سانس میں ذکر ہوگا تو سانس پاک ہو جائے گی۔ جس جگہ ذکر ہوتا ہے وہ جگہ ذکر کے نور سے منور ہو جاتی ہے۔ ہوا اور فضا بھی خوشبو دار ہو جاتی ہے۔

خوب دل لگا کر باقاعدگی کے ساتھ ذکر کرتے رہیں اور بانی سلسلہؒ کی کتابوں کا مطالعہ بھی جاری رکھیں تا کہ ہماری تعلیم اچھی طرح سمجھ میں آجائے۔ غصہ اور نفرت کی نفی کرنے کی کوشش کریں۔ ہر انسان کے ساتھ محبت اور عزت سے پیش آئیں اور مخلوق خدا کی خدمت کریں۔ پاس انفاس کا ذکر جب جاری ہو جاتا ہے تو عموماً نماز کے دوران بھی جاری رہتا ہے تو اسے روکنا بس میں نہیں رہتا۔ اس میں کوئی حرج نہیں ہے کیونکہ یہ ذکر قلبی ہے۔ لیکن بہتر کیفیت یہ ہوتی ہے کہ اللہ کی حضوری تو ہو۔ اُس کا خیال دل و دماغ پر حاوی ہو اور یہ تصور قائم ہو کہ اللہ سامنے ہے اور میں اس کے دربار میں ہاتھ باندھے کھڑا ہوں یا رکوع وسجود کر رہا ہوں۔ لیکن پاس انفاس بند ہو۔ اگر خود بخود پاس انفاس شروع ہو جائے تو کوئی بات نہیں۔ آپ خط لکھتے رہا کریں ،جو بات پوچھنی ہو پوچھ لیا کریں۔ تمام برادران حلقہ کو میری طرف سے سلام کہہ دیں۔

**والسّلام**

# اللہ کن سے محبت کرتا ہے

(حمید اللہ حمیدی)

اللہ کے ایک پیارے بندے نے ایک رات خواب میں دیکھا کہ ایک فرشتہ اپنے ہاتھ میں لوگوں کی ایک طویل فہرست لئے کھڑا ہے۔ آپ نے اس فرشتے سے پوچھا کہ اس فہرست میں کیا لکھا ہے؟۔ فرشتے نے جواب دیا "اس فہرست میں ان لوگوں کے نام درج ہیں جو اللہ سے محبت کرتے ہیں"۔

آپ نے پوچھا "اس فہرست میں کیا میرا نام بھی لکھا ہے۔؟

اس فرشتے نے کہا۔نہیں! ۔اس پر اللہ کے پیارے بندے نے فرشتے سے کہا "میرا نام ان لوگوں میں لکھ لو جو اللہ کی مخلوق سے محبت کرتے ہیں۔" یہ سن کر فرشتہ غائب ہوگیا۔ اگلی رات پھر وہی فرشتہ ظاہر ہوا جس کے ہاتھ میں ایک فہرست تھی۔ آپ نے پھر اس فرشتے سے استفسار کیا کہ اس فہرست میں کیا لکھا ہے؟

اس پر فرشتے نے بتایا کہ اس فہرست میں ان لوگوں کے نام درج ہیں جن سے اللہ تعالیٰ خود محبت کرتا ہے اور اس فہرست میں آپ کا نام سرِفہرست ہے۔

وہ اللہ کے پیارے بندے حضرت ابراہیم بن ادھمؒ تھے۔جن سے اللہ اس لئے پیار کرتا تھا کیونکہ وہ اللہ کے بندوں سے محبت کرتے تھے۔

خوش حال اور آرام دہ زندگی بسر کرنا ہر انسان کی تمنا ہے اور بنیادی ضروریات و آسائشِ زندگی کے لئے دولت کمانا ہر انسان کا پیدائشی حق ہے اور اس کے لئے زیادہ سے زیادہ کمانے کی ہر ممکن کوشش کرتا ہے۔لیکن جوں جوں دل فریب ایجادات، پر کشش مصنوعات اور سامان راحت زندگی میں اضافہ ہوتا جا رہا ہے انسان کی ضروریات، خواہشات اور ہوس بھی بڑھتی جا رہی ہے۔جدید سامان تعیش اور مصنوعات میں ایسی تخلیقی کشش اور تکنیکی مہارت پائی جاتی ہے

کہ ہر نئی ایجاد ہماری تہذیب اور زندگی کا لازمی حصہ بن جاتی ہے اور ہر کوئی اسے حاصل کرنے کے لئے بے تاب ہو جاتا ہے۔ اسی سائنسی اور صنعتی ترقی نے انسان کو دولت پرست اور لالچی بنا دیا ہے اور قلیل وقت اور کم سے کم محنت کے ذریعے زیادہ سے زیادہ کمانے اور دولت سمیٹنے کے شوق اور ہوس نے اسے جنوں کی حد تک مادہ پرست بنا دیا ہے۔ ہمارے خوبصورت گھر سامان تعیش و راحت سے بھرے ہیں لیکن دل دولت سکون سے خالی پڑے ہیں۔ بدقسمتی سے ہمارے ملک کی معاشی بنیاد ہی حرام (سود) پر مبنی ہے۔ پورا معاشرہ حرام کمائی اور حرام خوری کی عادت میں بری طرح ملوث ہے۔ لوگوں نے حرام کمائی کو نظریہ ضرورت کے تحت جائز قرار دے رکھا ہے۔ ہر فرد نے حرام کمانے کے ایسے ایسے داؤ پیچ طریقے اور گر ایجاد کر لئے ہیں کہ کسی غیر مسلم معاشرے میں بھی ایسی مثال نہیں ملے گی اور زیادہ سے زیادہ کی ہوس نے معاشرے کا امن اور دلوں کا سکون تباہ کر دیا ہے۔

## دولت پرستی کے محرکات

**محدود آمدنی:** جدید دور میں انسان کی ضروریات بہت بڑھ گئی ہیں اور جب محدود آمدنی سے اسکی بنیادی ضروریات بھی پوری نہیں ہوتیں تو وہ حصول دولت کے لئے ہر طرح کے جائز و ناجائز طریقے اختیار کرتا ہے۔

**مہنگائی:** روزمرہ استعمال کی چیزوں اور ضروریات زندگی کی قیمتوں میں بے پناہ اضافہ بھی ہوس دولت کا ایک سبب ہے۔

**جذبہ مسابقت:** احساس برتری، دکھاوا، نمائش انسانی فطرت کا ایک کمزور پہلو ہے۔ یہی نفسیاتی کمزوری اسے معاشرے میں اپنی برتری ثابت کرنے، میعار زندگی کو بلند کرنے اور خاندانی شان و شوکت برقرار رکھنے کے لئے ہر ممکن طریقے سے دولت سمیٹنے پر مجبور کرتی ہے۔

**حبِ دنیا:** نئی نئی مصنوعات کے حصول کی خواہش، دلفریب، چمکتی اشیاء کی کشش، اعلیٰ نفیس

چیزوں کا شوق، سامان عیش ونشاط کی ہوس اور دنیائے رنگ وبو سے محبت انسان کو دولت کمانے کے لئے ہر ناجائز طریقہ اختیار کرنے پر اکساتی ہے۔

**مفلسی کا خوف:** انسان فطرتاً کمزور ہے۔ وہ جلد ہی بدلتے حالات اور مصائب حیات سے گھبرا جاتا ہے۔ جب بے روزگاری، کاروباری خسارہ، فقر و فاقہ اور آزمائش کا مقابلہ نہیں کرپاتا تو ایمان، اخلاقیات اور قانون بھی اسے حصول دولت کے لئے انتہائی قدم اٹھانے سے نہیں روک سکتے۔

**معاشرتی بے انصافیاں:** ایک تعلیم یافتہ، حساس اور تنگ دست آدمی جب معاشرے میں دوسروں کو عیش وعشرت کرتے دیکھتا ہے تو اپنے ساتھ ہونے والے معاشرتی ظلم اور بے انصافی کو برداشت نہیں کرپاتا، صبر کا دامن چھوڑ دیتا ہے اور حصول دولت کے لئے سنگین جرم کرنے سے بھی نہیں ڈرتا۔

**ہوس:** انسان بہت لالچی واقع ہوا ہے وہ کبھی بھی موجود نعمتوں پر مطمئن نہیں ہوتا اور نہ ہی شکر ادا کرتا ہے اور زیادہ کمانے کے طریقے سوچتا رہتا ہے۔ دوسروں کے حقوق غصب کرنے میں بھی کوئی خوف یا عار محسوس نہیں کرتا۔

دولت اگرچہ ایک بے پناہ قوت اور ایک نعمت ہے جس کے بغیر ایک باوقار زندگی کا تصور ممکن نہیں لیکن اسباب ومحرکات اور مجبوریوں کو حرام دولت کمانے کے لئے جواز نہیں بنایا جاسکتا۔ حرام دولت کمانے کے محرکات قابل گرفت اور قابل مذمت ہیں لیکن ہر عمل کی بنیاد نیت ہے انسان جس چیز کے لئے سوچتا اور کوشش کرتا ہے اس کو وہ ملتی ہے۔ جو حرام دولت کے لئے سوچتے اور منصوبے بناتے ہیں ان کے رزق میں حرام کا لقمہ شامل ہو ہی جاتا ہے۔ اور جو حلال کے لئے محنت ومشقت کرتا ہے اللہ تعالیٰ اسکے لئے حلال رزق کے بے شمار دروازے کھول دیتا ہے اور اس وقت تک انہیں حرام کے ایک لقمے سے بھی محفوظ رکھتا ہے جب تک وہ حرام کی خواہش نہیں کرتے اور ان کی حلال کمائی میں بے پناہ برکت ڈال دیتا ہے۔

حرام خوروں کا یہ خود ساختہ نظریہ کہ اب تو حلال روزی ملتی ہی نہیں ۔حرام کے بغیر قلیل آمدنی میں گزارہ نہیں ہوسکتا ایک سراسر شیطانی چال اور فریب نفس ہے ۔حقیقت یہ ہے کہ حرام خوروں کی عقل وخرد پر دنیاوی لذتوں کی چربی اور حرام دولت کا ایک نشہ سوار ہو جاتا ہے ۔وہ تمام اخلاقی ضابطوں انسانی رشتوں اور آسمانی ہدایات کو فراموش کر دیتے ہیں ۔انہیں وافر دولت دنیا کا سامان تعیش مل تو جاتا ہے لیکن وہ اس حقیقی سرور، برکت، اطمینان قلب اور اللہ کی رضا سے محروم ہو جاتے ہیں جو محنت و مشقت سے کمائی ہوئی دولت سے ایک مزدور کو حاصل ہوتی ہے ۔وہ مال و دولت، دنیا بھر کی نعمتوں، تمام تر لذتوں کے باوجود راتوں کی نینداور دل کے سکون سے محروم رہتے ہیں ۔ان پر ہر ساعت ایک انجانے خوف وحزن کا سایہ فگن رہتا ہے ۔

معاشرے میں بدنامی کی فکر، گرفتاری کا خوف، کاروبار میں خسارے کا اندیشہ، دولت کھوجانے کا غم دولت بچانے اور سمیٹنے کی ہوس ان کی زندگی کو ایک کرب ناک صورت حال سے دوچار رکھتی ہے ۔

ان کی زندگی بظاہر بڑی دلفریب، پرآسائش اور خوش حال دکھائی دیتی ہے لیکن حقیقت میں ان کی شان وشوکت، پرکشش زندگی، خوشیاں عارضی اور کھوکھلی ہوتی ہیں ۔حرام دولت کمانے والوں کو ایک روز رسوائی اور ذلت کا سامنا کرنا پڑتا ہے ۔ان کی دولت عدالت، مقدموں، گھریلو سیاسی جھگڑوں، طرح طرح کی جسمانی ونفسیاتی بیماریوں، اور اصراف وعیاشیوں میں تباہ ہوجاتی ہے ۔

ایسے لوگ ایک دن کسی ناگہانی مصیبت میں گرفتار ہو کر سب راحتوں سے محروم ہو جاتے ہیں نافرمان اور عیاش اولاد کے ہاتھوں کوڑی کوڑی محتاج ہو جاتے ہیں ۔حرام کمائی کرنے والے اللہ کے نافرمان، معاشرے کے مجرم اور قانون کے باغی ہوتے ہیں ۔

یہ لوگ لالچی، خودغرض، انسانیت کے دشمن اور ملک کے لئے ناسور ہوتے ہیں ۔ہوس و طمع انہیں عمل صالح سے روکتے ہیں ۔حرام دولت سے کیا گیا صدقہ وخیرات اور نیک عمل اللہ کی بارگاہ میں ناقابل قبول ہے ۔

حرام دولت میں نہ برکت ہے نہ لذت اور نہ راحت ، ناجائز ذرائع سے دولت

کمانے والوں کی زندگی ظاہری طور پر بڑی قابل رشک ہوتی ہے لیکن حقیقت میں وہ مسلسل ایک بے سکونی اور کرب میں گرفتار رہتے ہیں۔

اس کے برعکس حلال روزی کے لئے جدو جہد کرنے والے کوحقیقی قلبی سکون، سچی خوشی اورروحانی اطمینان نصیب ہوتا ہے۔محنت کش اور متقی پرہیزگار معاشی تنگی اور تنگ دستی کے باوجود ذہنی کرب،نفسیاتی الجھنوں اورانجانے اندیشوں سے محفوظ رہتا ہےاوررات کو گہری نیند سوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ ایسے بندے کے معاشی مسائل اورمعاملات زندگی اس طرح حل کر دیتا ہے کہ غریب محنت کش کو خبر بھی نہیں ہوتی۔اسلام میں حلال کمائی کی بہت فضیلت بیان کی گئی ہےاوراللہ تعالیٰ پیغمبروں کو حکم دیتے ہوئے فرماتے ہیں۔

☆ اے پیغمبرو! حلال چیز کھاؤاورنیک عمل کرو۔

☆ اورتیرے رب کا دیا ہوارزق حلال ہی بہتر ہےاوروہ ہمیشہ رہنے والا ہے۔

☆ لوگو!زمین میں جوحلال اورپاک چیزیں ہیں انہیں کھاؤاورشیطان کے بتائے ہوئے (حرام وگمراہ کن )راستوں پرنہ چلو۔

دنیا کے عظیم دانش وراوررہبراپنی امت کوحلال روزی کمانے کی تعلیم دیتے ہوئے ایک مثال بیان فرماتے ہیں۔جس نے محنت مزدوری کر کےحلال روزی کمائی اوراس سے اپنے بچوں کی پرورش کی اس کی مثال حضرت موسیٰ کی ماں جیسی ہے جس نے اپنے ہی بچے (حضرت موسیٰ ) کی پرورش کی اوروقت کے بادشاہ فرعون سے مزدوری حاصل کی۔

محنت کش اوررزق حلال کے لئے جدوجہد کرنے والا اللہ کا دوست اورمحبوب بندہ ہوتا ہے قوموں کی ترقی اورافراد کی خوش حالی کا راز بھی محنت مشقت میں ہے۔اکل حلال کے لئے کوشش اورمحنت کرنے والے کا اللہ تعالیٰ معاون اورمددگار ہوتا ہے معاشی تنگی میں وہ گھبراتے ہیں نہ ہی حرام کے لئے کوئی ذریعہ اختیار کرتے ہیں اللہ تعالیٰ ان کے معاشی مسائل اس طرح حل کر دیتا ہے

کہ انہیں خبر بھی نہیں ہوتی ۔ان کی تمام ضروریات زندگی پوری کرتا ہے ۔رزق حلال میں برکت ہی برکت ہےاور حلال کی روکھی سوکھی روٹی میں وہ لذت ہے کہ حرام کی مرغن غذائیں کھانے والا اس کا تصور بھی نہیں کرسکتا۔

☆　حلال کے لئے کوشش کرنے والوں کواللہ تعالیٰ کبھی رسوانہیں ہونے دیتا۔معاشرے میں ان کی عزت وآبرو کا تحفظ کرتا ہے۔

☆　ان کی قلیل آمدنی میں برکت پیدا کردیتا ہے۔

☆　ان کی دعااور صدقہ وخیرات قبول کرتا ہے۔

☆　ان کی اولاد فرمانبردار اور نیک نام ہوتی ہے۔

☆　ان کا ہر احسن کام نیکی بن جاتا ہے۔

☆　ان میں اخلاقی جرات اور حق گوئی کی صفات پیدا ہوتی ہیں۔

☆　ان کی سادہ زندگی میں بھی ایک سکون اور کشش پائی جاتی ہے۔

☆　بچوں کے لئے محنت مزدوری عبادت میں شمار ہوتی ہے۔

اس دھرتی میں اگنے والی تمام فصلیں ،پھل ،سبزیاں ،اناج ،مشروبات (پانی دودھ شہد) اللہ تعالیٰ کی پیدا کردہ خالص اور مطہر نعمتیں ہیں اللہ تعالیٰ کو یہ پسند نہیں کہ اس کے بندے حرام لقموں سے اپنا پیٹ بھریں جس طرح جسمانی قوت وصحت کیلئے خالص اور مکمل غذا ضروری ہے اس طرح روحانی سکون اور جسمانی آسودگی کے لئے پاک وحلال روزی ضروری ہے۔

حلال کمائی ایک نعمت ہے اس میں سچی مسرت اور برکت ہے۔زندگی میں طرح طرح کی نفسیاتی الجھنوں جسمانی بیماریوں ،خوف وحزن اور قلبی اضطراب سے محفوظ رہنے کے لئے حرام طریقوں سے روزی کمانا چھوڑ دیں معاشی تنگی سے گھبرا کر نہ تو کسی سے قرض لیں اور نہ ہی غبن دھوکہ دہی ،بددیانتی ،لوٹ کھسوٹ ،حق تلفی ،چوری ،رشوت ،جھوٹ ،ملاوٹ اور ہیرا پھیری کرکے دولت کمانے کی کوشش کریں ۔عارضی خوشیوں ،نام ونمود ،جھوٹے وقار ،معیارزندگی ،سامان

آرائش وراحت کے لئے اپنی اولاد اور اپنے لئے دین و دنیا میں ذلت و بربادی کا سامان اکٹھا نہ کریں دنیا کی دلفریبی، دلکشی ایک وقتی اور عارضی چیز ہے۔اپنی خواہشات پر قابو رکھیں تھوڑے پر قناعت کرنے کی کوشش کریں اور صبر سے کام لیں اللہ تعالیٰ رزق حلال کے کتنے ہی باب اور اسباب پیدا کر دے گا۔حرام طریقوں سے دولت کمانے والوں کو زندگی میں کبھی بھی سکونِ دل نصیب نہیں ہوتا۔ایسا انسان جب دنیا سے لوٹتا ہے تو دولت ہی کے غم میں آہیں بھرتا ہے۔ جبکہ ایک محنت کش متقی دنیا سے خوش و مطمئن اور قلب سلیم لیکر رخصت ہوتا ہے۔

ہم اکثر اپنی غلطیاں، جرائم اور گناہ سرزد کرنے کے بعد فراموش کر دیتے ہیں۔فطرت کے اصولوں اور شریعت و اخلاقیات کے احکامات کا احترام نہیں کرتے۔یاد رکھیں فطرت نہ تو ہماری غلطیوں اور گناہوں کو بھولتی ہے اور نہ ہی معاف کرتی ہے اور شریعت نے بھی تعزیرات اور سزائیں طے کر رکھی ہیں۔فطرت ہمارے معاملات زندگی اور اعمال و کردار کا ایک سخت محاسب کی طرح مشاہدہ، مطالعہ اور تجزیہ کرتی رہتی ہے اور مناسب وقت پر دنیا ہی میں سزا دینے میں دیر نہیں لگاتی اور آخرت میں تو ہر لقمے اور ہر گھونٹ کا حساب ہوگا۔

حضرت ابوحفصؒ طرطوسی ایک بار ابوعبداللہ (احمد بن حنبلؒ) کی خدمت میں حاضر ہوئے اور ان سے سوال کیا۔حضرت یہ بتایئے کہ دل کس طرح نرم ہوتے ہیں؟۔ (یعنی دل کو سکون کیسے ملتا ہے) حضرت کچھ دیر خاموش بیٹھے رہے اور پھر فرمایا!

پیارے بیٹے دل "حلال" روزی سے نرم ہوتے ہیں۔پھر ابوحفصؒ نے یہی سوال بشر بن حارث سے پوچھا انہوں نے کہا کہ اللہ کے ذکر سے دلوں کو سکون ملتا ہے۔اس پر ابوحفصؒ نے کہا۔میں نے یہی سوال احمد بن حنبلؒ سے دریافت کیا تو انہوں نے فرمایا تھا! دلوں کو سکون حلال روزی سے ملتا ہے۔

# اسلام !فلاح انسانیت کا ضامن

(محمد شمشاد عالم)

**اسلام** غلامی کی ہر اُس نوع کی آزادی کا نام ہے جو ارتقائے انسانیت میں رکاوٹ بنتی ہے اور اس کو نیکی اور بھلائی کی راہ سے روکتی ہے ۔ یہ آزادی کا پیغام ہے ، آمرین مطلق سے جو انسانوں کے جان و مال ، عزت و آبروئے نفس اور خود اعتمادی سب کچھ لوٹنا چاہتے ہیں۔ اسلام انسان کو یہ سیکھاتا ہے کہ اقتدار حقیقی کا مالک صرف اللہ تعالیٰ ہے ۔ وہی انسانوں کا حقیقی فرمانروا ہے ۔ سارے انسان اُسکی پیدائشی رعایا ہیں وہی انسانوں کی تقدیر کا مالک ہے اسکی مرضی کے بغیر نہ کوئی کسی کو فائدہ پہنچاسکتا ہے اور نہ کوئی مصیبت یا تکلیف دور کرسکتا ہے ۔

اسلام انسان کو خواہشات وشہوات کی غلامی سے بھی آزاد کرتا ہے حتیٰ کہ زندگی کی خواہش سے بھی اس کو بے نیاز کردیتا ہے ۔حبّ جان کی یہی انسانی کمزوری ہے جس سے حکمران ہمیشہ فائدہ اُٹھاتے ہوئے انسانوں کو اپنا غلام بنا لیتے ہیں ۔اگر انسان میں یہ کمزوری نہ ہوتی تو وہ کبھی کسی کی غلامی پر راضی نہ ہوتا اور نہ دیو استبداد کو یوں رقص ابلیسی کی اجازت دیتا۔جبر واستبداد سے پامردی سے مقابلہ کرنے کی تعلیم دے کر اسلام نے انسانیت پر عظیم احسان کیا ہے ۔

اسلام ہی نے اندھی بہری خواہشات کے منہ زور گھوڑے کو اللہ کی محبت سے قابو میں رکھنا سکھایا ہے ۔

حضور نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ اے لوگو! تم مجھے چھ باتوں کی ضمانت دے دو میں تمہارے لئے جنت کی ضمانت اور ذمہ داری لیتا ہوں جب بولو، تو سچ بولو، وعدہ کرو تو وفا کرو، جب امانت کا مال تمہارے پاس رکھا جائے تو ادا کردیا کرو، خیانت مت کرو، اپنی شرمگاہ کی حفاظت کرو نظریں نیچی رکھو، اور اپنے ہاتھوں کو قابو میں رکھو'' یہ حدیث پاک ایسی تعلیم پر مشتمل ہے جو پوری انسانیت کے لئے فلاح و بہبود کا بہترین تمغہ ہے اور شارع اسلام ﷺ کے اختیار و عظمت

کا بھی آئینہ دار ہے جنہوں نے دلوں کی ہدایت میں اس قدر کوششیں کیں کہ خود کو مشقت میں ڈال دیا اور 63 سالہ زندگی اسی اُمت کی اصلاح میں گزاری کہ شب و روز اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں دست بدعا رہتے کہ اللہ تعالیٰ ان بندوں کو لذت آشنائی عطا فرما۔ اور حیوانیت کی تاریکی سے نکال کر انسانیت کے نور سے منور فرما تا کہ یہ لوگ حرص و ہوس اور بہری خواہشات کے چنگل سے آزاد ہوجائیں اور وعدۂ الست کے مست بن کر زندگی گزارنے میں لگ جائیں۔

ممکن ہے کہ حرص وہوس اور خواہشات کا کوئی پرستار غلط بینی کے باعث یہ گمان کرے کہ دوسرے لوگوں کے مقابلے میں اس کی زندگی زیادہ کامیاب اور مسرتوں سے لبریز ہے۔ لیکن اس کوتاہی کی سزا اس کو بہت جلد بھگتنا پڑتی ہے۔ جب وہ خواب غفلت سے بیدار ہوتا ہے تو اپنے آپ کو بے دام و بے بس غلام پاتا ہے جس کی تقدیر میں محرومی وشقاوت اور اضطراب و بے بسی کے سوا اور کچھ نہیں ہوتا۔ کیونکہ انسان اگر ایک بار اپنی خواہشات نفس کے سامنے ہتھیار ڈال دے تو پھر وہ کبھی انہیں قابو میں نہیں لاسکتا۔ بلکہ ان کی خودسری جیسے جیسے بڑھتی جاتی ہے ان کی پیاس میں بھی اضافہ ہوتا چلا جاتا ہے۔ اس طرح انسان حیوانیت کی پست ترین سطح پر گر جاتا ہے۔ ظاہر ہے کہ زندگی اور اس کے گوناگوں مسائل کے بارے میں اس طرح کا رویہ انسانیت کو کسی مادی یا روحانی ترقی سے ہمکنار نہیں کرسکتا۔ ترقی مادی ہو یا روحانی اس کے لئے انسان کو اپنی خواہشات نفس کی غلامی سے آزاد ہونا شرط اوّل ہے اس کے بعد ہی سائنس، آرٹ اور مذہب کے میدانوں میں کوئی ترقی ممکن ہوتی ہے۔

واضح رہے کہ اسلام نے خواہشات نفس کی غلامی سے آزادی پر بہت زور دیا ہے مگر اس غرض سے وہ اپنے پیروؤں کو نہ تو رہبانیت اختیار کرنے کی اجازت دیتا ہے اور نہ ان کو اچھی اور پاکیزہ چیزوں سے متمتع ہونے سے روکتا ہے۔ افراط وتفریط سے ہٹ کر وہ بیچ کی راہ اعتدال اختیار کرتا ہے۔ اس کی نگاہ میں اس دنیا میں جو کچھ پایا جاتا ہے وہ سب انسانوں کیلئے پیدا کیا گیا ہے مگر انسان اللہ تعالیٰ کی عبادت کیلئے پیدا کیا گیا ہے۔

؎ جہاں ہے تیرے لئے تو نہیں جہاں کیلئے

ا

دنیا کا یہ سرو سامان انسان کو صرف اس لئے ملا ہے کہ اس کے ذریعہ وہ اپنے بلند مقصد تخلیق کو پا سکے اور کامیابی سے ہمکنار ہو سکے۔ اس کے برخلاف عصر حاضر میں جو صورت حال پائی جاتی ہے اور اسکو جو مسائل درپیش ہیں ان کو دیکھتے ہوئے کسی معقول انسان کیلئے یہ باور کرانا مشکل ہے کہ جدید انسان کسی عقلی بنیاد پر اسلامی نظام زندگی سے بے نیاز ہو سکتا ہے۔ کہاں ہیں وہ لوگ جن کے اندر یہ خام خیال جگہ پا چکا ہے کہ مذہب اپنی افادیت کھو چکا ہے اور فرسودگی کا شکار ہو گیا ہے اور ان کا یہ دعویٰ ہے کہ انسانی زندگی تین واضح نفسیاتی ادوار سے گزرتی ہے "دور وحشت، دور مذہب اور دور سائنس۔ لہٰذا اب سائنس کا دور ہے مذہب کی قطعاً ضرورت نہیں۔ انہیں کون بتائے کہ آج کی بیسویں صدی میں بھی انسانیت ان تمام خرابیوں میں مبتلا ہے جن میں دور وحشت میں گھری ہوئی تھی۔ ترقی اور روشن خیالی کے اس دور میں بھی انسانیت خواہشات نفسانی، عریانیت اور نسلی منافرت کی انتہائی مکروہ اور گھناؤنی صورتوں سے دوچار ہے۔ مثال درکار ہو تو امریکہ اور جنوبی افریقہ ہی پر ایک نگاہ ڈال لیجئے۔ اخلاق، تہذیب، اور انسانیت کے باب میں بیسویں صدی کے انسان کو ابھی اسلام سے بہت کچھ سیکھنا ہے کیونکہ اس کی عظمتیں اس قدر بلند ہیں کہ جدید یورپ کا انسان اب بھی اس کی بلندی سے بے بہرہ ہے اور سطح آب پر لکیریں کھینچ رہا ہے۔ مدت ہوئی کہ جب اسلام نے انسانیت کو نفسانی خواہشات، باہمی منافرت اور نسلی تعصبات سے نجات دلائی تھی اور آج بھی صرف اسلام دنیا کو غلامی اور نفرت کے اس دلدل سے نکال سکتا ہے۔

# غصہ

(ماجد محمود توحیدی)

**غصہ پر قابو پانے کے طریقے ، غصہ پی جانے والوں کی عظمت**

انسان کے ساتھ ہر وقت ایک دشمن ہوتا ہے اور وہ ہے اس کا اپنا غصہ۔غصہ شیطان کی طرف سے آتا ہے اور شیطان ہمارا شدید دشمن ہے۔جو انسان غصے میں اپنی زبان اور ہاتھوں کو قابو کرنا نہیں جانتا،اسے اپنی تباہی کے لئے کسی دشمن کی ضرورت نہیں۔لیکن اکثر لوگ غصے میں اینٹ کا جواب پتھر سے دینا بہادری سمجھتے ہیں۔جب انسان کو غصہ آتا ہے تو اس کے پاس تین Option ہوتے ہیں۔ (1)فوراً غصے کا بھرپور اظہار کرے۔(2)وقت آنے پر بدلہ لے۔(3)خاموش رہے،صبر کرے اور غصہ پی کر زیادتی کرنے والے کو معاف کردے۔شیطان دل میں ڈالتا ہے کہ تیسری آپشن بزدلی اور شکست ہے۔کیا غصے میں دوسرے کو بھرپور نقصان پہنچانا بہادری اور فتح ہے؟ غصے کو کیسے قابو کیا جائے ؟ اللہ تعالیٰ کا قرآن اور محمد رسول اللہ ﷺ کی صحیح احادیث اس بارے میں کیا کہتے ہیں؟۔

"اور قسم نہ کھائیں تم میں سے فضیلت والے(اور مال میں)وسعت والے کہ وہ قرابت داروں کو، مسکینوں کو اور اللہ کی راہ میں ہجرت کرنے والوں کو نہ دیں گے اور چاہیے کہ وہ معاف کردیں اور درگزر کریں،کیا تم نہیں چاہتے کہ اللہ تمہیں بخش دے اور اللہ بخشنے والا نہایت مہربان ہے۔"

(النور22)

مسطحؓ حضرت ابو بکر صدیقؓ کے خالہ زاد تھے اور فقرائے مہاجرین میں سے تھے۔ حضرت ابو بکرؓ نے ان کی کفالت کا ذمہ اٹھا رکھا تھا۔جب مسطحؓ منافقوں کے ساتھ مل کر مومنین کی والدہ محترمہ عائشہ صدیقہؓ پر تہمت درازی میں ملوث ہو گئے تو حضرت ابو بکرؓ کو شدید غصہ آیا اور انہوں نے اللہ کی قسم کھا کر کہا کہ وہ آئندہ مسطحؓ کی کفالت نہیں کریں گے۔اس پر اللہ نے یہ آیات

نازل فرمائیں اور پوچھا کہ کیا آپ نہیں چاہتے کہ اللہ آپ کو بھی معاف فرما دے؟
یہ آیات سنتے ہی حضرت ابوبکرؓ نے بے ساختہ فرمایا" کیوں نہیں ہمارے ربّ! ہم ضرور یہ
چاہتے ہیں کہ آپ ہمیں بھی معاف فرما دیں۔"اس کے بعد انہوں نے اپنی قسم توڑنے کا کفارہ
ادا کیا اور مسطحؓ کی امداد بحال کردی۔غور طلب بات ہے کہ بدلہ لینے کا اس سے جائز کیا جواز
ہوگا لیکن اللہ نے نہ صرف اپنی بیٹی پر تہمت لگانے والے کو معاف کرنے کا حکم فرمایا بلکہ اس کی
مالی امداد بھی بحال کرنے کو کہا۔لیکن ہم اس سے بہت چھوٹی باتوں پر غصے میں اپنا اور دوسروں
کا نقصان کرتے ہیں۔سبق یہ ہے کہ جو یہ چاہے کہ اللہ اسے معاف کردے، وہ غصے میں
زیادتی کرنے والوں کو معاف کردے۔ (فتح القدیر ، ابن کثیر)

ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ ایک صحابی نے نبی ﷺ سے عرض کیا کہ مجھے نصیحت فرمائیں۔
محمد رسول اللہ ﷺ نے فرمایا" آپ غصہ نہ کیا کریں"رسول اللہ ﷺ نے اسے کئی بار دہرایا۔

(رواہ بخاری)

بہز بن حکیم اپنے والد سے اور وہ اپنے دادا (جو صحابیؓ تھے) سے روایت کرتے ہیں کہ
رسول اللہ ﷺ نے فرمایا۔"یقیناً غصہ ایمان کو ایسے فاسد کردیتا ہے جیسے صبر شہد کو فاسد کردیتا ہے"

(رواہ البھقی فی شعب الایمان)

صبر ایک درخت کا نام ہے جس کا نہایت کڑوا پانی شہد کے بہترین میٹھے ذائقے کو بھی خراب کردیتا ہے

## غصہ پی جانے والے مومنین کی عظمت

اللہ تعالیٰ نے قرآن میں فرمایا: "اور اپنے ربّ کی مغفرت اور اس جنت کی طرف دوڑو
جس کی چوڑائی آسمانوں اور زمین کے برابر ہے، جو متقین کے لئے تیار کی گئی ہے۔وہ جو اللہ
تعالیٰ کی راہ میں خرچ کرتے ہیں (رزق کی) کشادگی میں اور تنگی میں اور غصہ پینے والے اور لوگوں
سے درگزر کرنے والے"۔ (آل عمران 134-113)

جن متقین کے لئے جنت تیار کی گئی ہے ان کی یہ نشانی ہے کہ جب غصہ آئے تو اسے پی جاتے ہیں اور زیادتی کرنے والوں کو معاف کر دیتے ہیں۔

"تو تمہیں جو کچھ بھی عطا کیا گیا ہے، وہ دنیا کی زندگی کا تھوڑا سا فائدہ ہے اور جو اللہ تعالیٰ کے پاس ہے، وہ اس سے بہتر اور ہمیشہ باقی رہنے والا ہے، ان لوگوں کے لئے جو ایمان لائے اور اپنے رب پر توکل کرتے ہیں اور وہ جو کبیرہ گناہوں اور بے حیائی کے کاموں سے اجتناب کرتے ہیں اور جب غصہ آتا ہے تو وہ معاف کر دیتے ہیں" (الشوریٰ 37-36)

"اور جو صبر کرے اور (زیادتی کرنے والے کو) معاف کر دے، تو یقیناً یہ بہت ہمت کے کام ہیں" (الشوریٰ 43)

ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ محمد رسول اللہ ﷺ نے فرمایا؛ "کسی کو پچھاڑ دینے سے کوئی پہلوان نہیں بن جاتا، یقیناً پہلوان تو وہ ہے جو غصے کے وقت اپنے نفس کا مالک ہو (یعنی اپنی زبان اور حواس پر کنٹرول رکھے)" (رواہ بخاری و المسلم)

ابن عمرؓ سے روایت ہے کہ محمد رسول اللہ ﷺ نے فرمایا "بندہ جو گھونٹ پیتا ہے، اللہ کے ہاں اس سے بہتر نہیں جو غصے کا گھونٹ ہے وہ اللہ تعالیٰ کی رضا حاصل کرنے کے لئے پی جاتا ہے۔ (رواہ امام احمد)

ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ محمد رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "موسیٰ بن عمران علیہ السلام نے سوال کیا اے میرے ربّ! آپ کے نزدیک آپ کے بندوں میں کون زیادہ عزت والا ہے؟۔ فرمایا: جو صاحب قدرت ہوتے ہوئے بھی معاف کر دیتا ہے"۔(رواہ البیھقی)

یعنی اللہ کے ہاں وہ زیادہ عزت والا ہے جسے بدلہ لینے کا موقع مل جائے لیکن وہ اللہ کی رضا کی خاطر زیادتی کرنے والے کو معاف کر دے۔

حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ محمد رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "جو اپنی زبان کی حفاظت کرتا ہے، اللہ تعالیٰ اس کے عیب پر پردہ ڈالتے ہیں اور جو اپنے غصے کو روکتا ہے، اللہ تعالیٰ قیامت

کے دن اس سے اپنے عذاب کو روک لیں گے اور جو اللہ کے سامنے معذرت کرتا ہے، اللہ تعالیٰ اس کے عذر کو قبول فرما لیتے ہیں۔(رواہ البیہقی فی شعیب الایمان)

## غصہ پر قابو پانے کے طریقے

"اور میرے بندوں سے کہہ دو کہ وہ بات کہیں جو بہتر ہو۔ یقیناً شیطان ان کے درمیان جھگڑا کرواتا ہے" (بنی اسرائیل 53) اکثر ناراضگیوں اور جھگڑوں کی وجہ سے غصے میں زبان کا غلط استعمال ہوتا ہے۔ لڑائی اور فساد سے بچنے کی بہترین تدبیر زبان کا محتاط استعمال ہے۔

"(برائی یا زیادتی کا) ایسے طریقے سے جواب دو جو بہتر ہو۔ تو پھر تمہارے اور جس کے درمیان دشمنی تھی، وہ ایسا ہو جائے جیسے گہرا دوست۔ اور یہ نہیں پا سکتے سوائے صبر کرنے والوں کے اور یہ نہیں پا سکتے سوائے بہت خوش نصیب لوگوں کے اور اگر تمہیں شیطان کی طرف سے کوئی وسوسہ آئے تو اللہ سے پناہ طلب کیا کرو" (السجدہ 36-34)

اس آیت میں اللہ نے دشمن کو گہرا دوست بنانے کا Formula بتایا کہ کسی کی زیادتی تلخ کلامی اور نقصان پہنچانے کی سازش کا جواب احسان، خوش کلامی، نقصان نہ پہنچانے کے ارادے سے اور ہر بہتر انداز سے دیا جائے۔ اس فارمولے کا Result تو دشمنی کا گہری دوستی میں تبدیل ہونا ہے لیکن اس پر صرف صبر کرنے والے ہی عمل کر سکتے ہیں۔ برائی کا جواب اچھائی سے دینے کے لئے اپنے غصے پر قابو پانا ضروری ہے جس کے لئے اللہ سے پناہ طلب کی جائے۔

حضرت ابن عباسؓ نے اللہ تعالیٰ کے ارشاد "اِدْفَعْ بِالَّتِيْ هِيَ اَحْسَنُ (برائی یا زیادتی کا) ایسے طریقے سے جواب دو جو بہتر ہو" (حم سجدہ 34) کی تفسیر بتاتے ہوئے فرمایا: "غصے کے وقت صبر کرنا اور زیادتی کے وقت معاف کر دینا۔ جب وہ ایسا کریں گے، اللہ ان کو بچائے گا اور ان کا دشمن ان کے آگے (ایسے) جھکے گا گویا کہ وہ بہت قریبی اور گہرا دوست ہے"

(رواہ امام بخاری)۔

عطیہ بن عروہ سعدیؓ سے روایت ہے کہ محمد رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

"یقیناً غصہ شیطان (کی طرف) سے ہے اور یقیناً شیطان آگ سے تخلیق کیا گیا ہے اور یقیناً آگ کو پانی کے ساتھ بجھایا جاتا ہے۔ سو جب تم میں سے کسی کو غصہ آئے تو وہ وضو کرے"۔ (رواہ ابوداؤد)

جب آپ کو غصہ آئے یا آپ کسی کو غصے میں محسوس کریں تو یاد رکھیں کہ غصہ شیطان کی طرف سے ہے، جس نے اللہ کی عظمت کی قسم کھا کر کہا کہ وہ آدم کی ساری اولاد کو گمراہ کر کے چھوڑے گا۔

(سورہ ص 82) شیطان کو ناکام کرنے کے لئے اپنے آپ کو اور اپنے ساتھی کو CoolDown کریں

"اے نبی ﷺ جواب دو برائی کا اس طریقے سے جو بہتر ہو ہم خوب جانتے ہیں ان باتوں کو جو یہ بنا رہے ہیں اور دعا کرو اے میرے مالک! میں تیری پناہ طلب کرتا ہوں شیاطین کے وسوسوں سے اور اے میرے ربّ! میں آپ سے پناہ مانگتا ہوں اس بات سے کہ وہ میرے پاس آئیں (بوقت موت) ۔(المومنین 98-96) تکلیف دینے والی بات کے جواب میں اچھی بات کہنا مشکل ہے ۔اس کے لئے اللہ تعالیٰ سے پناہ مانگی جائے تا کہ شیطان غصے کو نہ بھڑکائے۔

ابوذرؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جب تم میں سے کسی کو غصہ آجائے اور وہ کھڑا ہوا ہو تو وہ بیٹھ جائے۔ پھر اگر اس کا غصہ چلا جائے (تو ٹھیک) اور اگر نہیں تو وہ لیٹ جائے"۔

**(رواہ امام احمد و الترمذی)**

عبداللہ بن عمروؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "جو خاموش رہا، نجات پا گیا"۔ **(رواہ احمد الترمذی)**

جس نے اپنے منہ کو بند رکھا، وہ غصے کے ہر شر سے نجات پا گیا۔ غصے کے وقت زبان درازی کرنے والے کا مسئلہ سلجھنے کے بجائے مزید الجھے گا۔

اللہ تعالیٰ نے قرآن میں فرمایا: "اور اگر تم بدلہ لو، تو اس جیسا ہی بدلہ لو جو تکلیف تمہیں پہنچائی گئی ۔اور اگر تم صبر کرلو، تو یقیناً صبر کرنے والوں کے لئے یہ بہت بہتر ہے ۔اور صبر کرو اور تمہارا صبر تو اللہ ہی کی

توفیق سے ہے ۔اوران پرغم نہ کرواوراس سے تنگ دل نہ ہو جو سازشیں وہ کر رہے ہیں ۔ یقیناً اللہ ان کے ساتھ ہے جوتقویٰ اختیار کرتے ہیں اوروہ جو نیک کام کرنے والے ہیں" (النحل 128-126)

ہر کوئی یہ سمجھتا ہے کہ وہ مظلوم ہے اور زیادتی دوسرے کی ہے ۔انسان غصے میں کسی کی زیادتی کابدلہ لینا چاہے تو اسے صرف کی گئی زیادتی جیسا ہی بدلہ لینا چاہیے اگر بدلہ بڑھ گیا تو گناہ ہو گا ۔یہ انصاف کرنا مشکل ہے ۔اللہ نے فرمایا کہ صبر کرنا ،بدلہ لینے سے پرہیز کرنا اورمعاف کر کے نیکی کرنا بہتر ہے ۔اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں "اور برائی کا بدلہ تو اس ہی جیسی برائی ہے ۔تو جس نے معاف کردیا اوراصلاح کرلی تو اس کا اجر اللہ تعالیٰ کے ذمے ہے ۔یقیناً وہ ظالموں کو پسند نہیں فرماتا ۔"(الشوریٰ 40) غصے میں دل چاہتا ہے کہ زیادتی کا جواب اس جیسی زیادتی ہو لیکن جو معاف کر کے جھگڑے کو ختم کردے اللہ نے اس سے اجر کا وعدہ فرمایا ہے ۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا: "اور جو اپنے رب کی رضا کے لئے صبر کرتے ہیں اور نماز کو قائم کرتے ہیں اور ہم نے انہیں جو رزق دیا ہے اس میں سے چھپا کر اوراعلانیہ طور پر خرچ کرتے ہیں اور برائی کو اچھائی سے ٹالتے ہیں ان ہی لوگوں کے لئے آخرت کا گھر ہے وہ ہمیشہ رہنے والے باغات میں داخل کئے جائیں گے اوران کے آباؤاجداد اورازواج (بیویاں یا شوہر) اور ان کی اولادوں میں سے جو بھی نیک ہوں گے اور فرشتے ان کے پاس (جنت کے) ہر دروازے سے آئیں گے (کہیں گے) تم نے جو صبر کیا اس کے لئے تم پر سلام ہو تو آخرت کے گھر کا بدلہ کیا ہی خوب ہے"۔ (الرعد 24-22)

(بشکریہ ضرب آہن)

•-•-•-•-•-•-•-•-•-•-•-•-•-•-•-•-•-•-•-•
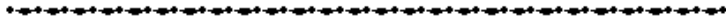
# گوشۂ سیرت نبی ﷺ

(مرسلہ: خالد محمود توحیدی)

کائنات کا تمام تر حُسن و جمال ابدالآباد تک آفتابِ رسالت کے جلوؤں کی خیرات ہے۔ صحابہ کرامؓ دنیا کے خوش قسمت ترین انسان تھے انہوں نے حالتِ ایمان میں آقائے محتشم ﷺ کی زیارت کی سعادت حاصل کی۔ انہیں ان فضاؤں میں جو تاجدارِ کائنات ﷺ کے انفاسِ پاک سے معطر تھیں، سانس لینے کی سعادت حاصل ہوئی۔

صحابہ کرامؓ کو حضور نبی اکرم ﷺ کی زیارت سے بڑھ کر کوئی چیز محبوب نہ تھی، دیدارِ مصطفیٰ ﷺ انہیں دنیا و مافیا کی ہر نعمت سے بڑھ کر عزیز تھا۔ وہ ہر وقت محبوب ﷺ کی ایک جھلک دیکھنے کیلئے ماہیِ بے آب کی طرح تڑپتے رہتے تھے۔ اس حسنِ بے مثال کی جدائی کا تصور بھی ان کیلئے سوہانِ روح بن جاتا۔ وہ چاہے کتنے ہی مغموم و رنجیدہ ہوتے، آقائے دو جہاں ﷺ کی بارگاہ میں آتے ہی ان کے دل و جان کو راحت اور سکون کی دولت مل جاتی، پھر وہ عالمِ وارفتگی میں آقائے دو جہاں ﷺ کی دائمی رفاقت کی آرزو اور تمنا کی فضائے دلکش میں گم ہو جاتے۔ انہیں یہ اندیشہ بے تاب رکھتا کہ کہیں ان سے صحبتِ مصطفیٰ ﷺ کی گراں بہا نعمت چھن نہ جائے۔ ان کے قلوبِ مضطر کو اس وقت قرار آیا جب اللہ رب العزت نے آپ ﷺ کے حسن و جمال پر مر مٹنے والے عشاق کو اُخروی زندگی میں ابدی رفاقتِ مصطفیٰ ﷺ کا مژدہ جانفزا سنایا۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے: "اور جو کوئی اللہ اور رسول ﷺ کی اطاعت کرے تو یہی لوگ روزِ قیامت اُن (ہستیوں) کے ساتھ ہوں گے جن پر اللہ نے (خاص) انعام فرمایا ہے جو کہ انبیاء، صدیقین، شہدا اور صالحین ہیں اور یہ بہت اچھے ساتھی ہیں۔ یہ فضل (خاص) اللہ کی طرف سے ہے اور اللہ تعالیٰ جاننے والا کافی ہے۔" (سورۃ النساء-70-69)

احادیث میں صحابہ کرامؓ کے محبوب حجازی سے محبت و وارفتگی کے احوال و واقعات کا تذکرہ بڑے پیارے اور دلآویز انداز سے کیا ہے۔ حضرت عائشہ صدیقہؓ سے روایت ہے:

"ایک صحابی حضور نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض گزار ہوئے کہ یا رسول اللہ ﷺ! آپ مجھے میری جان اور میرے والدین سے بھی زیادہ محبوب ہیں۔ جب میں اپنے گھر میں ہوتا ہوں تو آپ کو ہی یاد کرتا رہتا ہوں اور اس وقت تک چین نہیں آتا جب تک حاضر ہو کر آپ کی زیارت نہ کرلوں۔ لیکن جب مجھے اپنی موت اور آپ کے وصال مبارک کا خیال آتا ہے تو سوچتا ہوں کہ آپ جنت میں انبیاء کرام کے ساتھ بلند ترین مقام پر جلوہ افروز ہونگے اور جب میں جنت میں داخل ہونگا تو خدشہ ہے کہ کہیں آپ کی زیارت سے محروم نہ ہو جاؤں۔ حضور ﷺ نے صحابی کے جواب میں سکوت فرمایا، اس اثناء میں حضرت جبرائیل تشریف لائے اور یہ آیت نازل ہوئی۔ "اور جو کوئی اللہ اور رسول ﷺ کی اطاعت کرے تو یہی لوگ (روز قیامت) ان (ہستیوں) کے ساتھ ہوں گے جن پر اللہ نے خاص انعام فرمایا ہے۔

کتب احادیث میں اس قسم کے متعدد واقعات کا ذکر ہے جو انفرادی و اجتماعی طور پر صحابہ کرام کو پیش آئے وہ اس امر کی غمازی کرتے ہیں کہ اسیران جمال مصطفیٰ آپ ﷺ کے دیدار سے زندگی پاتے تھے اور انہیں محبوب ﷺ کی ایک لمحہ کی جدائی بھی گوارا نہ تھی۔

ان مشتاقانِ دید کے دل میں ہر لمحہ یہ تمنا دھڑکتی رہتی تھی کہ ان کا محبوب ﷺ کبھی بھی ان سے جدا نہ ہو اور وہ صبح و شام اس محبوب ﷺ کی زیارت سے اپنے قلوب واذہان کو راحت و سکون بہم پہنچاتے رہیں۔ اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کو ایسا یکتا و تنہا اور بے مثال بنایا تھا کہ کائنات رنگ و بو میں آپ ﷺ کا کوئی ہمسر نہ تھا۔ صحابہ کرام محبوب خدا ﷺ سے والہانہ محبت کرتے تھے اور اسی محبت کا کرشمہ تھا کہ نہ انہیں اپنی جان کی پرواتھی، نہ مال واولاد کی۔ وہ دنیا کی ہر چیز سے بڑھ کر اپنے آقا و مولیٰ ﷺ کو عزیز جانتے تھے۔ انہوں نے جس والہانہ عشق و محبت کا مظاہرہ کیا انسانی تاریخ آج تک اس کی نظیر پیش کرسکی اور نہ قیامت تک اس بے مثال محبت کے مظاہر دیکھنے ممکن ہونگے۔

## صحابہ کرام کی نمازاورزیارت مصطفیٰ ﷺ کا حسین منظر:

حضور نبی اکرم ﷺ اپنے مرضِ وصال میں جب تین دن تک حجرہ مبارک سے باہر تشریف نہ لائے تو وہ نگاہیں جو روزانہ دیدار مصطفیٰ ﷺ کے شرف دلنواز سے مشرف ہوا کرتی تھیں آپ ﷺ کی ایک جھلک دیکھنے کو ترس گئیں ۔جان نثاران مصطفیٰ سراپا انتظار تھے کہ کب ہمیں محبوب کا دیدار نصیب ہوتا ہے ۔بالآخر وہ مبارک ومسعود لمحہ ایک دن حالت نماز میں انہیں نصیب ہو گیا۔

حضرت انس ؓ سے مروی ہے کہ ایام وصال میں جب نماز کی امامت فرائض سیدنا صدیق اکبرؓ کے سپرد تھے، پیر کے روز تمام صحابہ کرامؓ صدیق اکبرؓ کی اقتدا میں حسب معمول باجماعت نماز ادا کر رہے تھے کہ آپ ﷺ نے قدرے افاقہ محسوس کیا۔آگے روایت کے الفاظ ہیں۔

"آپ ﷺ نے حجرہ مبارک کا پردہ اٹھا کر کھڑے کھڑے ہمیں دیکھنا شروع فرمایا۔ گویا آپ ﷺ کا چہرہ انور قرآن کا ورق ہو، پھر مسکرائے "۔حضرت انس ؓ اپنی کیفیت بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں ۔"حضور نبی اکرم ﷺ کے دیدار کی خوشی میں قریب تھا کہ ہم لوگ نماز چھوڑ بیٹھتے ۔پھر حضرت ابو بکرؓ اپنی ایڑیوں پر پیچھے پلٹے تاکہ صف میں شامل ہو جائیں اورانہوں نے یہ سمجھا کہ حضور ﷺ نماز کے لئے باہر تشریف لانے والے ہیں"۔

ان پر کیف لمحات کی منظر کشی روایت میں یوں کی گئی ہے:"جب (پردہ ہٹا اور) آپ ﷺ کا چہرہ انور سامنے آیا تو یہ اتنا حسین اور دلکش منظر تھا کہ ہم نے پہلے کبھی ایسا منظر نہیں دیکھا تھا"۔

حضور ﷺ کی زیارت بھوکوں کی بھوک رفع کرنے کا ذریعہ بھی تھی، چہرہ اقدس کے دیدار کے بعد بھوک اور پیاس کا احساس کہاں رہتا! ۔حضرت ابو ہریرہؓ روایت کرتے ہیں کہ ایک دن حضور رحمتِ عالم ﷺ ایسے وقت کاشانہ نبوت سے باہر تشریف لائے ۔"آپ ﷺ پہلے کبھی اس وقت باہر تشریف نہ لاتے تھے اور نہ ہی کوئی آپ سے ملاقات کرتا"۔پھر یوں ہوا کہ سیدنا حضرت ابو بکر صدیق ؓ بھی بھوک سے مغلوب باہر تشریف لے آئے ۔حضور ﷺ نے اپنے رفیق غار سے پوچھا: اے ابو بکر! تم اس وقت کیسے آئے ہو؟۔اس وفا شعار، عجز و نیاز کے پیکر نے

ازراہ مروت عرض کیا۔ یا رسول اللہ ﷺ صرف آپ کی ملاقات، چہرہ انور کی زیارت اور سلام عرض کرنے کی غرض سے حاضر ہوا ہوں" تھوڑی دیر بعد ہی سیدنا فاروق اعظمؓ بھی اسی راستے پر چلتے ہوئے اپنے آقا ﷺ کے پاس حاضر ہو گئے۔ نبی رحمت ﷺ نے دریافت فرمایا۔ اے عمر! تمہیں کون سی ضرورت اس وقت یہاں لائی؟ شمع رسالت ﷺ کے پروانے نے عرض کی۔ الجوع، یا رسول اللہ "یا رسول اللہ! بھوک کی وجہ سے حاضر ہوا ہوں۔ آپ ﷺ نے فرمایا اور مجھے بھی کچھ ایسا ہی محسوس ہو رہا ہے" تو ہادی برحق نبی مکرم حضور رحمت عالم ﷺ اپنے دونوں جاں نثاروں کے ہمراہ اپنے ایک صحابی حضرت ابوالہیثمؓ بن تیہان انصاری کے گھر تشریف لے گئے۔ ابوالہیثمؓ کا شمار متمول انصار میں ہوتا تھا۔ آپ کھجوروں کے ایک باغ کے مالک تھے۔ حضور ﷺ کی آمد کے وقت صاحب خانہ گھر پر موجود نہ تھے، ان کی اہلیہ محترمہ نے بتایا کہ وہ ہمارے لئے میٹھا پانی لینے گئے ہوئے ہیں۔ اتنے میں ابوالہیثمؓ بھی آ گئے۔ جب دیکھا کہ آج سرکار ﷺ نے ان کے غریب خانے کو اعزاز بخشا ہے تو ان کی خوشی کی کوئی انتہا نہ رہی، وہ حضور ﷺ کو اپنے دو صحابہؓ کے ساتھ اپنے گھر میں دیکھ کر پھولے نہیں سما رہے تھے۔ ان کی سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ وہ اپنی خوشی کا اظہار کیسے کریں، کیسے بارگاہ خداوندی میں سجدہ شکر بجا لائیں؟ ایک عجیب سی کیف و سرور اور انبساط کی لہر نے اہل خانہ کو اپنی لپیٹ میں لے لیا تھا اور گھر کے در و دیوار بھی خوشی سے جھوم اٹھے تھے۔ حضرت ابوالہیثمؓ پر جو کیفیت طاری ہوئی اس کے بارے میں حدیث کے الفاظ یہ ہیں۔" (حضرت ابوالہیثمؓ آتے ہی) حضور ﷺ سے لپٹ گئے اور کہتے جاتے میرے ماں باپ آپ ﷺ پر قربان ہوں۔" بعد ازاں حضرت ابوالہیثمؓ حضور ﷺ اور آپ کے ان دو صحابہ کرامؓ کو اپنے باغ میں لے گئے، تازہ کھجوریں پیش کیں اور کھانا کھلایا۔

حضرت عمرؓ اس لئے تشریف لائے تھے کہ وہ حضور ﷺ کے چہرہ انور کی زیارت سے اپنی بھوک مٹانا چاہتے تھے، جس طرح مصر والے حضرت یوسفؑ کے حسن سے اپنی بھوک کو مٹایا کرتے تھے اور سیدنا ابوبکر صدیقؓ کے عمل میں بھی یہی راز مضمر تھا۔ (شمائل الترمذی)

## ایک صحابی کا حضور ﷺ کو ٹکٹکی باندھ کر دیکھنا:

کائنات کا سارا حسن و جمال نبی آخر الزمان حضور رحمت عالم ﷺ کے چہرہ انور میں سمٹ آیا تھا۔ آپ ﷺ کے چہرہ انور کی زیارت سے مشرف ہونے والا ہر شخص جمال مصطفیٰ ﷺ میں اس طرح کھوجاتا کہ آنکھ نہ جھپکاتا اور نگاہیں اٹھی کی اٹھی رہ جاتیں۔

اُم المومنین حضرت عائشہ صدیقہؓ روایت کرتی ہیں:

"حضور رحمت عالم ﷺ کی خدمت اقدس میں ایک شخص آپ ﷺ (کے چہرہ انور) کو (اس طرح ٹکٹکی باندھ کر) دیکھتا رہتا کہ وہ اپنی آنکھ تک نہ جھپکتا۔"

حضور رحمت عالم ﷺ نے اپنے اس جاں نثار صحابی کی یہ حالت دیکھ کر فرمایا: اسطرح دیکھنے کا سبب کیا ہے؟۔"میرے ماں باپ آپ ﷺ پر قربان! آپ کے چہرہ انور کی زیارت سے لطف اندوز ہوتا ہوں۔" جاں نثار مصطفیٰ ﷺ پر خود سپردگی کی ایک عجیب کیفیت طاری ہوجاتی اور وہ آپ ﷺ کے حسن و جمال میں اس طرح کھوجاتے کہ دنیا کی ہر شے سے بھی بے نیاز ہوجاتے۔

## سیدنا صدیق اکبرؓ کی والہانہ محبت:

صحابہ کرامؓ کس طرح چہرۂ نبوت کے دیدار فرحت آثار سے اپنی آنکھوں کی ٹھنڈک کا سامان کیا کرتے تھے اور ان کے نزدیک پسند و دل بستگی کا کیا معیار تھا، اس کا اندازہ آپ ﷺ کے یار غار سے متعلق درج ذیل روایت سے بخوبی ہوجائے گا۔

ایک مرتبہ حضور رسالتمآب ﷺ نے صحابہ کرامؓ کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا کہ مجھے تمہاری دنیا میں تین چیزیں پسند ہیں: خوشبو، نیک خاتون اور نماز جو میری آنکھوں کی ٹھنڈک ہے۔

سیدنا صدیق اکبرؓ نے سنتے ہی عرض کیا: یا رسول اللہ ﷺ مجھے بھی تین ہی چیزیں پسند ہیں:

آپ ﷺ کے چہرہ اقدس کو تکتے رہنا، اللہ کا عطا کردہ مال آپ ﷺ کے قدموں پر نچھاور کرنا اور میری بیٹی کا آپ ﷺ کے عقد میں آنا۔"

جب انسان خلوصِ نیت سے اللہ تعالیٰ سے نیک خواہش کا اظہار کرتا ہے تو وہ ذات اپنی شان کریمانہ کے مطابق اسے ضرور نوازتی ہے ۔اس اصول کے تحت سیدنا صدیق اکبرؓ کی تینوں خواہشیں اللہ تعالیٰ نے پوری فرما دیں ۔

آپؓ کی صاحبزادی حضرت عائشہ صدیقہؓ کو حضور رسالت مآب ﷺ نے اپنے نکاح میں قبول فرمالیا ۔آپ کو سفر وحضر میں رفاقت مصطفوی ﷺ نصیب رہی یہاں تک کہ غارِ ثور کی تنہائی میں آپ کے سوا کوئی اور زیارت سے مشرف ہونے والا نہ تھا، اور مزار میں بھی ۔اوصلوا الحبیب الی الحبیب کے ذریعے اپنی دائمی رفاقت عطا فرما دی ۔اسی طرح مالی قربانی اس طرح فراوانی کے ساتھ نصیب ہوئی کہ آپ ﷺ نے فرمایا: "مجھے جس قدر نفع ابوبکرؓ کے مال نے دیا ہے اتنا کسی اور کے مال نے نہیں دیا ۔"

حضور ﷺ کے ساتھ سیدنا صدیق اکبرؓ کی والہانہ محبت کی کیفیت بیان کرتے ہوئے سیدہ عائشہؓ فرماتی ہیں کہ میرے والدِ گرامی سارا دن آپ ﷺ کی خدمتِ اقدس میں حاضر رہتے، جب عشاء کی نماز سے فارغ ہو کر گھر آتے تو جدائی کے یہ چند لمحے کاٹنا بھی ان کے لئے دشوار ہو جاتا ۔وہ ساری ساری رات ماہیِ بے آب کی طرح بیتاب رہتے ،ہجر و فراق کی وجہ سے ان کے جگرِ سوختہ سے اس طرح آہ نکلتی جیسے کوئی چیز جل رہی ہو اور یہ کیفیت اس وقت تک رہتی جب تک وہ حضور ﷺ کے چہرہ اقدس کو دیکھ نہ لیتے ۔

# باباجان کا دورہ۔جڑواں شہر راولپنڈی ،اسلام آباد

(پیرخان توحیدی)

جڑواں شہر راولپنڈی و اسلام آباد کو یہ اعزاز حاصل رہا ہے کہ شیخ سلسلہ باباجان قبلہ محمد صدیق ڈارؒ سالانہ دوروں کا آغاز موسمی حالات کے پیش نظر اسلام آباد سے فرماتے تھے۔ امسال حسب روایت باباجان محمد یعقوب صاحب کو ستمبر میں دورہ کی دعوت دی گئی تو باباجان نے فرمایا کہ معذرت چاہتا ہوں کہ چوک اعظم والے بھائیوں سے وعدہ کر بیٹھا ہوں ۔جنوبی پنجاب کے دورے کے بعد راولپنڈی اسلام آباد کے دورہ کا پروگرام رکھا جائیگا۔راولپنڈی کے بھائی بے چینی سے باباجی کی آمد کا انتظار کرنے لگے اور بار بار پوچھتے کہ باباجان کب تشریف لائیں گے۔ انتظار کی گھڑیاں جب زیادہ لمبی ہونے لگیں تو 4 دسمبر کو باباجان نے فون پر راولپنڈی آنے کا مژدہ سنایا بھائیوں سے مشاورت کر کے باباجان کو 13 دسمبر بروز جمعہ تشریف لانے کی درخواست کی گئی۔ 13.12.2013 صبح 9 بجے باباجان نے مطلع فرمایا کہ باباجان بہمراہی احمد صاحب بذریعہ ٹرین سوا ایک بجے راولپنڈی پہنچ رہے ہیں ۔راولپنڈی کے بھائی خواجہ ولی محمد صاحب، عتیق عباسی صاحب عبدالکریم صاحب، ذوالفقار ذلفی صاحب، کامران ولی صاحب اور راقم الحروف باباجی کو لینے ریلوے اسٹیشن پہنچ گئے ۔بھائیوں نے باباجی کو ویلکم کیا، اور سب بھائیوں نے باباجی کے ساتھ ریلوے اسٹیشن والی مسجد میں نماز جمعہ ادا کی۔پھر باباجی کو لیکر خواجہ ولی محمد صاحب کی رہائش گاہ کی طرف روانہ ہوئے ۔جہاں دیگر بھائیوں نے استقبال کیا اور بھائیوں نے تناول ما حاضر فرمایا۔ کھانے کے بعد باباجی نے بھائیوں سے بات چیت شروع کی اور فرمایا کہ وقت کی پابندی بہت ضروری ہے اور نماز وقت کی پابندی کا درس دیتی ہے ۔توحیدی بھائیوں کو اس بات کا خیال رکھنا چاہیے اور ہر کام وقت مقررہ پر کرنا چاہیے۔کچھ بھائی اس بات کی پرواہ نہیں کرتے اور نہ ہی وعدہ کی پاسداری کا خیال رکھتے ہیں، انصاری صاحبؒ اور قبلہ محمد صدیق ڈار صاحبؒ بھی اس کی تلقین

فرماتے تھے کہ بھائی وعدے کی پابندی اور وقت کی پابندی کریں گے تو باقی محاسن خود بخود پیدا ہو جاتے ہیں۔ وقت اور وعدے کی پابندی کردارانسانی کی عمارت میں سنگ بنیاد کی حیثیت رکھتی ہے۔ وقت کی پابندی سے انضباطِ عمل پیدا ہوتا ہے۔ خواجہ عبدالحکیم انصاریؒ فرماتے ہیں جو آدمی وقت کا پابند نہیں ہوتا وہ قدرتاً اپنے اعمال وافعال میں سست ہوتا ہے اور سستی خدا کو بہت ہی ناپسند ہے۔ وہ سست آدمیوں کے کاموں میں کبھی برکت نہیں دیتا۔

ایک بھائی کے سوال پر بابا جی نے بتایا کہ وسوسہ شیطانی عمل ہے اور ہمارا دماغ شیطان کی ورکشاپ ہے۔ یہ شیطان ہمارے جسم میں خون کی طرح دوڑتا ہے اور اپنی ڈیوٹی سے کبھی غافل نہیں ہوتا البتہ ذکر کے دوران بھاگ جاتا ہے۔ لہذا دماغ کو کبھی خالی نہ رکھیں ہر وقت پاس انفاس کر کے اپنے آپ کو شیطانی وسوسوں سے محفوظ رکھیں۔ نماز عصر کا وقت ہو گیا سب بھائیوں نے نماز عصر ادا کی اور چائے کا دور چلا اور گفتگو کا سلسلہ پھر سے شروع ہوا۔ بابا جی نے فرمایا غصہ کو قابو میں رکھیں اور اس کی پریکٹس اپنے گھروں سے کریں لوگوں کو اپنے بیوی بچوں پر ہی زیادہ غصہ آتا ہے۔ قبلہ انصاری صاحبؒ نے یہی سبق دیا ہے کہ اپنے گھروں میں اپنے بیوی بچوں سے خوش اخلاقی کا سلوک کریں آپ صبر اور قوتِ برداشت کے معلم تھے۔ گھریلو زندگی میں اس کی اہمیت پر بہت زور دے کر فرمایا کرتے تھے: ''عورتوں کو مارنا یا انہیں گھر سے نکال دینا یہ کوئی مردانگی نہیں ہے۔ یہ تو ہر کوئی کر سکتا ہے۔ اصل بہادری یہ ہے کہ ان کی درشتی اور بدخلقی کو برداشت کرتے ہوئے ان سے حسن سلوک کرو۔'' بچوں کو مارنا پیٹنا چھوڑ دیں تو غصہ کنٹرول ہو جائیگا غصہ کو ضبط کرنے کا اوّلین عملی میدان گھر ہے۔

مغرب کی نماز کی ادائیگی کے بعد محفل ذکر میں مقامی بھائیوں کی کثیر تعداد نے شرکت کی ذکر کے بعد بابا جی نے دعا فرمائی، بھائیوں کے روحانی درجات حلقہ کی ترقی اور مسلمانان عالم کیلئے خصوصی دعا فرمائی۔ کھانے کے بعد سب بھائی بابا جی کے فرمودات سننے کیلئے قریب ہو گئے۔ بابا جی نے بتایا کہ یہ سلسلہ عالیہ توحیدیہ کے بانی خواجہ عبدالحکیم انصاریؒ ایک پکے توحیدی

بزرگ تھے جو اپنے مریدین کو بھی توحیدی رنگ میں رنگنا چاہتے تھے۔آپؒ ہمیشہ یہ فرمایا کرتے تھے کہ تم سب کو اپنے جیسا بنانا چاہتا ہوں اور ہمیشہ توحید کا درس دیا اور جگہ جگہ توحیدی مے خانے (توحیدی حلقے) قائم کر کے اپنا فرض نبھا دیا اور اب یہ ہمارا کام ہے کہ ہم ان مے خانوں سے کتنا فائدہ اٹھاتے ہیں۔بابا جی نے فرمایا کہ قبلہ انصاری صاحبؒ کی تعلیمات پر جتنا عمل کرو گے اتنا ہی فیض حاصل ہوگا تمہارے کاموں میں، اولادوں میں برکت ہوگی۔مزید فرمایا کہ پاس انفاس ایک ایسا عمل ہے جس سے اللہ تبارک وتعالیٰ سے تعلق ورابطہ قائم ہوجاتا ہے۔اور اللہ تعالیٰ ایسے لوگوں کو اپنے صالح اور نیک بندوں میں داخل فرماتا ہے۔سفر کی تھکاوٹ کیوجہ سے محفل برخاست کرنی پڑی اور سب بھائی اجازت لیکر گھروں کو رخصت ہوگئے۔

<u>14.12.2013</u> صبح 8 بجے اقبال بھائی نے ناشتہ لگا دیا کچھ مقامی بھائیوں نے بابا جی کے ساتھ ملکر کھانا کھایا بات چیت کا سلسلہ پھر شروع ہوگیا۔بابا جی کی باتوں سے بھائی مستفیض ہوئے۔بابا جی کے ایک دیرینہ دوست، کلاس فیلو پی اے ایف کے ریٹائرڈ سکارڈن لیڈر جناب حبیب الرحمن صاحب بھی تشریف لے آئے۔دونوں صاحبان عرصہ دراز کے بعد مل کر بہت خوش ہوئے اور کچھ پرانی یادیں تازہ کر کے لطف اندوز ہوتے رہے۔یہ محفل ابھی جاری تھی کہ اسلام آباد کے خادم حلقہ جناب عبدالوحید صاحب اور بھائی عبدالرشید صاحب تشریف لے آئے۔بابا جی اسلام آباد کے ایک بزرگ محمد مرتضیٰ صاحب جو پیرانہ سالی کی وجہ سے بیمار تھے ان کی عیادت کیلئے انکی رہائش گاہ تشریف لے گئے۔جہاں سے دو اڑھائی بجے واپس تشریف لائے، ماحضر تناول فرما کر بابا جی سے کچھ بھائیوں نے سوالات کیے اور کچھ بھائیوں نے دعاؤں کیلئے کہا۔بابا جی نے سب کیلئے دُعا کی اور فرمایا کہ تم لوگ خود اپنے لئے دُعائیں کیا کرو اور دوسروں کیلئے بھی۔اللہ تو سب کی سنتا ہے وہی مشکلات کو دور کرنے والا ہے۔گفتگو مغرب تک جاری رہی۔نماز مغرب کے بعد حلقہ ذکر شروع ہوا، بھائیوں کی کافی تعداد نے شرکت کی، ذکر کے اختتام پر بابا جی نے دُعا فرمائی۔

تناول ماحاضر کے بعد کچھ بھائیوں نے تجدید بیعت بھی کی ۔ایک مہمان بھائی نے باباجی کو کہا کہ اس کی بیوی روٹھ کر میکے چلی گئی ہے واپس نہیں آتی دعافرمائیں۔باباجی نے مخاطب ہوکر سب بھائیوں کوفرمایا کہ کیاتم لوگ اپنے گھروں کو جنت کانمونہ بنانا چاہتے ہو!سب نے یک زبان کہا کہ ہم اپنے گھروں کو جنت کانمونہ بنانا چاہتے ہیں ۔اگرایسا ہےتو پھراپنی بیویوں سے حسن سلوک سے پیش آؤ۔باباجی نے فرمایا کہ ممتاز مفتی اپنی کتاب ''تلاش''میں لکھتے ہیں کہ ایک دن قدرت اللہ شہاب ان کو ملنے آئے اور کہامفتی !پریشان کیوں ہو، میں نے بات ٹالنے کی کوشش کی لیکن وہ سمجھ گئے کہ کوئی گھریلو معاملہ ہے وہ کہنے لگے مفتی صاحب کیا آپ اپنے گھر کو جنت بنانا چاہتے ہیں۔میں نے کہامدت سے اس تلاش میں ہوں۔شہاب نے بتایا!پھرسنو! آئندہ بھابھی کی ہر جائزبات مانناہوگی اوران کے ساتھ خوش اسلوبی،خندہ پیشانی سے پیش آنا ہوگا۔دو ہفتہ کے بعد آ کر حالات کے بارے میں پوچھوں گا۔میں نے شہاب کی باتوں پرعمل کرنا شروع کر دیادو ہفتہ کے بعد قدرت اللہ شہاب آئے تو میں نے کہاواقعی میرا گھراب جنت بن گیا ہے۔اورسب پریشانی،باہمی غلط فہمیاں ختم ہوگئیں ہیں۔زندگی اب مزے میں ہے۔وقت کافی گزر چکا تھا، محفل کے اختتام پرسب بھائیوں نے مل کرترنم کے ساتھ ترانہ توحیدیہ /ساقی نامہ پڑھا عتیق عباسی صاحب اورخواجہ ولی محمد صاحب نے کلام اقبالؒ سنا کرمحفل کی رونق کو دوبالا کر دیا۔باباجی کی دعا کے ساتھ محفل برخاست ہوگئی۔

15.12.2013 بروزاتوارصبح 8-30 بجے اقبال صاحب نے ناشتہ لگادیا سب بھائیوں نے باباجی کے ساتھ ناشتہ کیابعدازاں بھائیوں کےاورحلقہ جات کےاحوال مختصری بات ہوئی ساڑھے نو بجے باباجی کے الوداع ہونے کا وقت تھا۔جناب غلام مرتضٰی صاحب کی گاڑی میں عزیز عارف،خواجہ ولی محمد اورغلام مرتضٰی صاحب نے سؤاں اڈے پر ویگن میں بٹھا کرالوداع کیا۔اورباباجی نے مرکزتعمیر ملت پہنچ کرفون پراپنی خیریت سے آگاہ فرمایا۔

# وقت کی اہمیت

**مرتب: سید رحمت اللہ شاہ۔ سویڈن**

(قبلہ محمد صدیق ڈار صاحب توحیدیؒ کی زندگی میں ان کی محافل سے گفت وشنید کا ایک بڑا ذخیرہ آڈیو اور ویڈیو کی صورت میں محفوظ ہوا۔ اس ذخیرہ سے مرتب شدہ تحریریں قارئین مجلّہ فلاحِ آدمیت کیلئے پیش کی جائیں گی۔ مریدین سلسلہ عالیہ توحیدیہ میں سے کسی کے پاس بھی ایسا کوئی ذخیرہ ہو تو وہ ادارہ کو تحریری صورت میں ارسال کرے یا مجلّہ کے ادارتی صفحات پر موجود فون نمبر زپر مطلع کر دے جسے ادارہ خود تحریری صورت میں مرتب کر کے شائع کر دے گا۔ زیرِ نظر تحریر ایک ویڈیو ریکارڈنگ سے لی گئی ہے جسے قبلہ بابا جان کی محفل میں گکھڑ منڈی سے ہمارے بھائی جناب محمد اعجاز صاحب نے ریکارڈ کر کے ویب سائیٹ Youtube پر بعنوان Importance of Time نشر کیا۔ تاہم یہ ویڈیو ریکارڈنگ ویب سائیٹ Facebook کے صفحہ Tauheediyah AV Section پر بھی استفادہ کیلئے موجود ہے۔ **ادارہ**)

اللہ تعالیٰ نے سورۃ العصر میں فرمایا ہے کہ **وَالعصر ۔ اِنَّ الانسان لَفِی خُسر**۔ '**العصر**' کا ترجمہ کسی نے تو عصر کی نماز کا کیا، کسی نے زمانے کا کہا کہ یہ عصر کی طرح ہے، پہلے زمانہ بہت گزر گیا ہے پیچھے تھوڑا سا رہ گیا ہے تو اس کی قسم ہے۔ لیکن ہم تو کہتے ہیں کہ نہیں وقت کی قسم کھائی ہے اللہ نے۔ '**والعصر**۔ ٹائم کی قسم ہے۔ اللہ اسی کی قسم اٹھاتا ہے جو بڑی اہم چیز ہو۔ آگے ذکر بھی آتا ہے کہ **اِنَّ الانسان لَفِی خُسر**۔ انسان خسارے میں ہے۔ یہ ٹائم جو ہے اس کی قسم کھائی ہے انسان کے بارے میں۔ **والعصرُ** ۔ وقت کی قسم'۔ **اِنَّ الانسان لَفِی خُسر**۔ انسان (وقت کے معاملہ میں) خسارہ اٹھانے والا ہے۔ یعنی وقت کا صحیح استعمال نہیں کر پاتا۔ ہر کوئی اس کو کچھ نہ کچھ ضائع کر دیتا ہے۔ کہتے ہیں کہ انسان دنیا میں خالی ہاتھ آیا۔ ہم کہتے ہیں کہ خالی ہاتھ نہیں آیا، انسان دنیا میں یہی وقت تو لے کر آیا ہے۔ اس کو یہی مقررہ ٹائم تو ملا ہے۔

آپ اس کو سالوں میں گن لیں، آپ سانسوں میں گن لیں کہ آپ کا اتنا ہے، آپ کا اتنا ہے۔ حدیث میں بھی آتا ہے کہ اللہ قیامت کے دن کسی کو ہلنے نہیں دے گا جب تک یہ نہ بتادے کہ اس نے یہ وقت کیسے صرف کیا ہے۔ دولت کہاں سے کمائی، کیسے صرف کی، اس ٹائم کو کہاں لگایا۔ مطلب یہ کہ ٹائم کا سوال ہوگا۔ اللہ نے کہا ہے کہ **والعصر ۙ اِنَّ الاِنسان لَفِی خُسر**۔ انسان بے شک خسارے میں ہے۔ اتنی بڑی دولت ہے وہ ایسے ہی اس کی بے قدری کرتا ہے، اس کو ضائع کرتا ہے۔ اِلَّا الَّذِین اٰمَنُوا۔ مگر وہ لوگ جو ایمان لائے۔ وَعَمِلُوالصّٰلِحٰتِ۔ اور نیک عمل کیے۔ وَتَوَاصَو بالحَقِّ وَتَوَاصَوا بِالصَّبرِ۔ حق کی وصیت کی، حق صرف یہ نہیں ہے کہ **سچ**۔ حق کا مطلب جیسے آخرت حق ہے، مرنے کے بعد جینا حق ہے، اللہ کے رزق کی تقسیم یہ حق ہے۔ حق طے شدہ باتیں اور حقیقت ہے۔ اس کی وصیت کرتے ہیں، خود بھی زندہ رہتے ہیں اس پر اور دوسروں کو بھی وصیت کرتے ہیں۔ وَتَوَاصَوا بِالحَقِّ وَتَوَاصَوا بِالصَّبرِ۔ اور اس کے اوپر برداشت کرنے کی تعلیم دیتے ہیں۔ انسان تو کہتا ہے کہ یہ بھی ہو، وہ بھی ہو۔ رزق اللہ کی تقسیم ہے، جس کو چاہے کم دے، کم ہے تب بھی کوئی بات نہیں، برداشت کرو، یہ اس کی تقسیم ہے۔ اس پر راضی رہیں۔ '**صبر**' کا مطلب ہے 'خوشی سے برداشت کرنا'۔ صبر یہ نہیں ہے کہ روتے رہو گے۔ رو دھو کر تو سارے چپ کر جاتے ہیں۔ کسی کا کوئی فوت ہو جائے، خدا کو نہیں مانتا، وہ ساری عمر تھوڑی روتا رہے گا۔ دو مہینے، چار مہینے، چھ مہینے روئے گا پھر وہ بھی چپ کر جائے گا۔ وہ صبر نہیں ہے۔ حضور ﷺ کی حدیث ہے کہ صبر یہ ہے کہ جب صدمہ پہنچتا ہے تو گویا اس وقت انسان کا امتحان / ٹیسٹ ہوتا ہے۔ اس نے کیا کیا!، جب خبر ملی فلاں فوت ہو گیا یا آپ کا یہ نقصان ہو گیا۔ اس وقت دل کی کیفیت و روّیہ کو دیکھا جائیگا، آیا یہ صابر ہے یا بے صبری کا مظاہرہ تو نہیں کر رہا!۔ اور جب ہم اِنّا لللہ پڑھتے ہیں لیکن اس کے مفہوم کو نہیں سمجھتے۔ قرآن میں ہے کہ جب ان پر کوئی مصیبت یا تکلیف آتی ہے تو وہ کہتے ہیں کہ انا للہ و انا الیہ راجعون۔ ہم بھی

اللہ کے ہیں، ہمارے پاس جو Belongings ہیں، وہ بھی اللہ کی ہیں۔ ہم تو نہیں لے کے آئے تھے یہاں دنیا میں سب کچھ اسی نے دیا ہے۔ Actually it belongs to him. ہمیں امانت کے طور پر دیا ہے اس نے۔ وہ جیسا چاہیں اس پر تصرف فرمائیں۔ وہ لے جائیں، وہ کم کر دیں، وہ زیادہ کر دیں۔ He has sole right on it. اس لئے ہمیں اس پر کوئی اعتراض نہیں ہونا چاہیے۔ اللہ جو بھی کرے اس پر خوش رہیں۔ اِنّــا لِـلّـلـــہ اس وقت کہا۔ فرمایا۔ اَلَّذین اذا اصٰبتھم مُّصیبۃٌ ۔ جب بھی ان پر کوئی مصیبت آتی ہے۔ مال کی کمی، جان کی کمی، یہ وہ کمی۔ پہلے لکھا ہے کہ ہم آزمائیں گے پھر لکھا ہے کہ جب ان پر آتی ہے وہ یہ کہتے ہیں انا للہ و انا الیہ راجعون. اُولٰٓئِکَ علیھم صلوٰت مّن رَّبّھم و رحمۃٌ ۔ ایسے ہی لوگ ہیں جن پر اللہ کی رحمت ہوتی ہے اور برکات کا نزول ہوتا ہے۔ و اولٰٓئک ھُمُ المُھتَدُونَ ۔ اور یہی لوگ ہیں جو ہدایت یافتہ ہیں۔ یعنی وہ جو سمجھتے ہیں کہ یہ سب اللہ کا ہے تو ان کی ECG خراب نہیں ہوتی کہ مال چلا گیا۔ صبر اس وقت ٹیسٹ ہوتا ہے۔ والصبر عند الصدم الاولیٰ. جب صدمہ پہنچتا ہے اس وقت صبر کا ٹیسٹ ہوتا ہے۔ اس وقت بندہ کیا رویہ اختیار کرتا ہے۔

حضرت غوث پاکؒ کے بارے میں مشہور ہے کہ وہ بڑے امیر کبیر فقیر تھے۔ بہت بڑے تاجر تھے، کروڑوں کے Ship آتے جاتے تھے۔ ڈیرہ بھی بڑا اچھا تھا، اصطبل میں گھوڑے بھی بڑے اعلیٰ قسم کے پال رکھے تھے۔ نوکر غلام سب کچھ تھے، بڑے شاہانہ انداز سے رہتے تھے۔ لوگ آتے تھے اللہ کی بات پوچھنے۔ کئی لوگ کہتے تھے کہ یہ کیسا فقیر ہے، کروڑپتی ہے، ایسے رہتا ہے، ویسے رہتا ہے۔ کوئی ہوگا جو سوچتا ہوگا کہ پھٹے کپڑے پہنے ہوں تب ہی فقیر ہے۔ ایک بندہ آپؒ کے پاس آیا۔ آپؒ نے دیکھ لیا کہ کس غرض سے آیا ہے۔ اس سے پوچھا، بیٹا کیسے آئے ہو؟ کہنے لگا کہ سنا تھا کہ آپؒ کے اصطبل میں گھوڑے بڑے اعلیٰ قسم کے ہیں، مجھے گھوڑوں کا بڑا شوق ہے، میں چاہتا ہوں کہ میں گھوڑے آپؒ کے اصطبل میں دیکھوں۔ آپؒ نے خادم کو آواز دی کہ اس کو لے جاؤ اور گھوڑے دکھا آؤ۔ وہ دیکھنے یہ آیا تھا کہ کیسے فقیر ہیں کہ بڑی

ٹھاٹھ باٹھ سے رہتے ہیں۔ جب وہ جانے لگےتو نوجوان کوآواز دی کہ بیٹا بات سنو۔ آپؒ نے پانی کا ایک گلاس بھر کے اس کی ہتھیلی پہ رکھ دیا اور کہا کہ گھوڑے دیکھولیکن یہ پانی نہ گرنے پائے۔ اب پانی ہتھیلی پر رکھ کے وہ چل پڑا، سیر کر کے آ گیا تو پوچھا کہ گھوڑے دیکھے ہیں۔ اس نے کہا کہ میں نے گھوڑے کیا دیکھنے تھے۔ آپؒ نے یہ حساب جولگا دیا کہ یہ پانی گرنے نہ پائے۔ میں اس کو دیکھتا رہا کہ یہ نہ گر پڑے، میں اُدھر دھیان کرتا تو یہ پانی گر جاتا تھا، میں تو اس کو ہی دیکھتا رہا اور اس کو واپس لے کے آ گیا ہوں۔ انہوں نے کہا کہ بیٹا اللہ والے بھی ایسے ہی ہوتے ہیں، ان کو اللہ نے دے رکھا ہوتا ہے لیکن ان کو ایمان کی فکر ہوتی ہے کہ اس میں سے کوئی کمی نہ ہو جائے، خدا کے پیار میں کوئی کمی نہ ہو، اس کے توکل میں کہیں کوتاہی نہ ہو۔ وہ (ایمان کی فکر) ان کی نظروں سے اوجھل نہیں ہوتی۔ اسی کی فکر میں وہ سارا میلہ گزار کے اپنے ٹائم پر چلے جاتے ہیں۔ ان کو اس کی فکر نہیں ہوتی کہ کیا ہے، کیا نہیں ہے۔ آپؒ نے کہا کہ یہ بھی ایسے ہی ہے۔ بات سمجھانی تھی کہ یہ آپؒ کی Preference ہے کہ وہ ترجیح کس کو دے رہا ہے۔ اس کی نظروں میں اہمیت کس کی زیادہ ہے، اس کی یا اس کی۔ آپؒ سے ہی منسوب ہے کہ ایک مرتبہ آپ کے جہاز باہر تجارت کی غرض سے گئے ہوئے تھے۔ اطلاع ملی کہ وہ Ship جو تھے سارے ڈوب گئے ہیں، آپؒ کا Ship بھی ڈوب گیا۔ انہوں نے سنا کہ Ship ڈوب گیا۔ انہوں نے آنکھیں بند کیں اور پھر کہا الحمدللہ۔ پھر کچھ وقفے کے بعد اطلاع ملی کہ پہلی جو اطلاع ملی وہ غلط تھی، ہمارا Ship اللہ کے فضل سے محفوظ ہے۔ پھر آپؒ نے آنکھیں بند کیں اور پھر کہا الحمدللہ۔ حاضرینِ مجلس میں سے کسی نے کہہ دیا کہ یا حضرت! جب ڈوبنے کی اطلاع ملی تو آپؒ نے کہا الحمدللہ، بچنے کی اطلاع ملی تو آپؒ نے کہا الحمدللہ۔ یا تو اس پر اناللہ پڑھتے کہ مصیبت آئی ہے، یا اس پر الحمدللہ کہا کہ چلو بچ گیا۔ آپؒ نے کہا کہ میں نے نہ Ship ڈوبنے پر الحمدللہ کہا ہے نہ اس کے بچنے پر الحمدللہ کہا ہے۔ میں نے اس پر الحمدللہ نہیں کہا، مجھے جب اطلاع ملی کہ Ship ڈوب گیا ہے تو میں نے اپنے قلب کی طرف دیکھا کہ اس کو کچھ ہوا ہے کہ نہیں، یہ پریشان ہوا کہ نہیں

ہوا، میں نے دیکھا کہ یہ پریشان نہیں تھا۔ایسی کوئی بات نہیں تھی، میں نے اس پہ اللہ کا شکر ادا کیا کہ اللہ کا شکر ہے کہ میرا دل دنیا کے ساتھ نہیں چپٹا،اس کے ساتھ یہ بھی ڈوب جا تا۔ میں نے اس پہ اللہ کا شکر ادا کیا کہ اللہ تیرا شکر ہے کہ میرا دل اس کے ساتھ نہیں جڑا ہوا۔ پھر جب یہ سنا کہ نہیں ڈوبا، بچ گیا ہے،تو پھر میں نے دیکھا کہ اس کو خوشی ہوئی ہے کہ بچ گیا ہے کروڑوں کا مال؟اس کو کچھ نہیں ہوا، وہ ایسے ہی تھا، میں نے اس پر پھر اللہ کا شکر ادا کیا کہ شکر ہے میرا دل اس کے ساتھ نہیں جڑا ہوا۔اقبال بھی کہتا ہے کہ

پرواز ہے دونوں کی اسی ایک جہاں میں
کرگس کا جہاں اور ہے شاہیں کا جہاں اور

اُڑتے ایک ہی جہاں میں ہیں لیکن ہر ایک کی دنیا علیحدہ ہوتی ہے۔کرگس جو مردار کی تلاش میں رہتا ہے کہ دیکھیں کہیں کوئی جانور مرا ہو تو پہنچیں گے، گوشت کھائیں گے، وہ اسی لئے پھر رہا ہوتا ہے۔کرگس کسی مردہ شکار کی تلاش میں ہوتا ہے۔مگر شاہین جو زندہ جانور کی تلاش میں ہوتا ہے کہ شکار کروں گا تو کھاؤں گا۔ پرواز تو ادھر ہی ہوتی ہے مگر ان کی دنیا علیحدہ علیحدہ ہے۔ ان کی سوچیں، ان کی ذہنی کیفیت، اور ان کی زندگی کا ہدف علیحدہ علیحدہ ہوتا ہے۔ ایک مردار کی تلاش میں ہے اور دوسرا زندہ شکار کرنے نکلا ہے۔ پرواز خواہ ایک ہی فضا میں ہے مگر ان کے ٹارگٹ علیحدہ علیحدہ ہی ہوتے ہیں۔اسی سوچ میں اور دل کی کیفیت میں سارا کچھ ٹیسٹ ہوتا ہے۔ وہ خواہ اسی فضا میں رہتے ہیں مگر مال و دولت میں بھی اللہ کے نیک بندے اسی سے رجوع کرتے ہیں۔

# فقر توحید کا مترادف ہے!( افکارِ اقبالؒ)

(محمد اشفاق)

فقر درحقیقت خودی کا ایک ذیلی اخلاقی وصف ہے ۔اقبالؒ کے ہاں یہ اصطلاح مفلسی ،فقیری یا گداگری کے مفہوم میں استعمال نہیں ہوئی ، بلکہ مشہور حدیث" **الفقر فخری** " (فقر میرا فخر ہے ) کے مفہوم میں استعمال ہوئی ہے ۔فقر کے معنی ہیں کہ دل کو دنیا سے الگ رکھنا، دنیا کی کسی شئے سے محبت نہ رکھنا، دنیا میں کسی چیز کی طلب نہ رکھنا سوائے سوزِ دل کے ۔نعمتیں ، آسائشیں اور اسباب کی فراوانی انسان کو اندھا بنا دیتی ہیں ۔اس کے دل میں سوزِ قلب نہیں رہتا۔ وہ دنیوی علائق میں اس قدر پھنس جاتا ہے کہ پھر اسے اپنی روح کی پرورش کی فکر نہیں ہوتی۔ اس لئے اقبالؒ نوجوانوں کو آگاہ کرتے ہیں کہ وہ خواہ کتنے ہی اعلیٰ مناصب و مراتب پر کیوں نہ پہنچ جائیں ،لیکن دل درویش رہنا چاہیے۔

مطالعہ افکار اقبالؒ سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ فقر اور توحید ایک ہی شان کے دو نام ہیں۔ توحید کیا ہے! **لا الٰہ الا اللہ**۔ اقبالؒ فرماتے ہیں۔

خودی کا سرِ نہاں لا الٰہ اِلّا اللہ
خودی ہے تیغ فساں لا الٰہ اِلّا اللہ

اس شعر میں خودی بمنزلہ تیغ ہے اور کلمہ توحید بمنزلہ فساں یعنی تیز کرنے والا آلہ ہے۔ اسی حقیقت کو ایک دوسرے انداز میں اس طرح پیش کرتے ہیں۔

چڑھتی ہے جب فقر کی سان پہ تیغ خودی
ایک سپاہی کی ضرب کرتی ہے کارِ سپاہ

اس میں اقبالؒ خودی کو بمنزلہ تیغ اور فقر کو بمنزلہ فساں قرار دیتے ہیں ۔دونوں شعر پڑھنے کے بعد ہم اس حقیقت کو پالیتے ہیں کہ فقر و توحید ایک ہی حقیقت کی دو تعبیریں ہیں

اوراس کے ساتھ یہ بھی معلوم ہوجاتا ہے کہ بندۂ حق کی خودی جب تک فقر کی سان پرنہیں چڑھتی وہ اپنا مقصودِ حیات نہیں پاسکتا جب اس میں رنگِ فقر پیدا ہوجاتا ہے تو پھر وہ کائنات پر چھا جاتا ہے توحید اسلام کی بنیاد ہے اور اقبالؒ کے نزدیک اسلام کا دوسرا نام فقرِ غیور ہے۔ فقر کا یہ رنگ صبغت اللہ ہے جسے قرآن حکیم میں احسن ترین رنگ قرار دیا گیا ہے اور اس کے حصول کے لئے اطاعت کو شرطِ لازم قرار دیا گیا ہے۔

"(کہہ دو کہ ہم نے) اللہ کا رنگ (اختیار کرلیا ہے) اور اللہ سے بہتر رنگ کس کا ہوسکتا ہے اور ہم اس کی عبادت کرتے ہیں"۔ اقبالؒ مسلمان کو اپنے اندر مولا صفاتی اور صبغت اللہ پیدا کرنے کی دعوت دیتے ہیں۔ صبغۃ اللہ وہ توحید کا رنگ ہے جو بندۂ خدا میں عشق الٰہی سے پیدا ہوتا ہے عشق کا یہ خاصہ ہے کہ عاشق میں معشوق کا رنگ پیدا کردیتا ہے۔

**لا** میں تمام معبودانِ باطلہ کی نفی اور **الّا اللہ** میں معبودِ حقیقی کا اثبات ہے فقرِ غیور **لا و الّا اللہ** کے جلال و جمال کا امین ہوتا ہے **لا و الّا** اللہ کا جلال و جمال صاحبِ فقر میں اپنی عظمتوں اور تابنا کیوں کے ساتھ جلوہ گر ہوتا ہے اقبالؒ نے فقر کی جلالی اور جمالی شانوں کو بے نیازی ہائے فقر اور دلنوازی ہائے فقر کا نام دیا ہے اور انہیں قوتِ دین اور حکمتِ دین قرار دیا ہے یہ دونوں حروف عالمِ کن فکاں کی تقدیر ہیں لا سے کائنات میں حرکت ہوئی اور الّا سے سکون و اطمینان جب تک لا الٰہ کی حقیقت سمجھ میں نہ آئے غیر اللہ کی غلامی سے نجات ممکن نہیں۔ سب سے پہلے لا کے گرزِ کوہ شکن سے تمام معبودانِ باطلہ کو نیست و نابود کردیتا ہے جب وہ ضرب لا الٰہ سے باطل کو مٹا دیتا ہے تو پھر الا اللہ کی منزل کی طرف بڑھتا ہے 'لا' مردِ خدا کی پہلی منزل ہے غیر اللہ کے سامنے لا الٰہ کا نعرہ باطل سوز بلند کرنا عینِ حیات ہے اور اسی حرف لا کے ہنگاموں سے بزمِ کائنات میں تازگی اور رونق ہے۔ لا باطل کے خلاف اعلانِ جنگ ہے یہ ریزہ ریزہ کردینے والی ضرب ہائے مسلسل کا مقام ہے لا الٰہ بجلی کی کڑک ہے بانسری کی لے نہیں۔

**لاالٰــہ** کے ذریعے معبودان باطلہ کی نفی کرنے کے ساتھ الااللہ کے ذریعے معبود حقیقی کا اثبات ضروری ہے۔ بغیر اثبات کے نفی محض قوموں کے لئے موت کا باعث ہوتی ہے۔

یہ دنیا اور اس کا مال و متاع جسے تو طلبگار نگاہوں سے دیکھتا ہے وہ جو کے برابر قیمت نہیں رکھتا اے مسلمان لاالہ کے جلال سے آگاہ ہو۔ جس کے ہاتھوں میں لاالہ کی تلوار آجائے وہ پوری کائنات کو تسخیر کر لیتا ہے وہ مرد مجاہد جس کے دست قدرت میں شمشیر لا آجاتی ہے ساری کائنات اور جملہ موجودات پر فرمانروا ہو جاتا ہے کائنات کی ہر شے اس کے تابع فرماں ہو جاتی ہے۔

موجودات پر فرمانروائی جہاں فرد کے لئے توحید کا انعام ہوتی ہے وہاں ملت بھی توحید میں مست ہو کر قوت و جبروت کی حامل بن جاتی ہے فرد توحید کی قوت سے طائر لاہوتی بن کر بلند پروازی کرتا ہے۔ ملت توحید سے سرشار ہو کر جلال و جبروت اور قوت و شوکت حاصل کر لیتی ہے۔

مرد فقیر کی ہیبت اور اس کا جلال **لا الٰہ** سے ہوتا ہے اور یہی **لاالٰہ** سلطان و امیر کی قوت بھی ہے **لاالٰہ** کی دو دھاری تلوار ماسوئ اللہ کا نام و نشان مٹا دیتی ہے۔ **لا الٰہ** کہنے کا تقاضا یہ ہے کہ کہنے والے کا کردار اس کے دعوٰی کی بیّن دلیل ہو اور وہ جب **لاالٰــــہ** کہے تو خاشاک باطل کو جلا کر راکھ کر ڈالے۔ اقبالؒ فرماتے ہیں اگر **لاالٰــــہ** کہنا ہے تو از روئے جان و دل کہو اور اسطرح کہو کہ تمہارے اندر سے خوشبوئے روح آنے لگے جب تم لاالٰہ از روئے جاں کہو گے ایک ایسی تیغ بے زنہار کی مانند ہو نگے جو باطل کی رگوں سے خون کھینچ لیتی ہے **لا الٰہ** کے سوز کے ساتھ جینا ہی مولا صفاتی ہے اور لاالٰہ باطل کے لیے ایک ضرب کاری ہے۔

توحید وہم و گمان اور خوف و شک کے لیے موت کا باعث بنتی ہے اور ایمان و یقین کے لیے یہ قوت عمل پر مستعدی اور آمادگی پیدا کر دیتی ہے توحید کے سائے میں پست، بالا ہو جاتا ہے اور خاک اکسیر بن جاتی ہے۔ توحید کی قدرت وقوت بندے کو مولا صفات کر دیتی ہے اس کی رگوں میں خون تیز ہو جاتا ہے اور راہ حق میں اس کی تگ و دو تیز تر ہو جاتی ہے اس قوت سے مومن کا ایمان محکم تر ہوتا ہے اور مومن طاقتور ہو جاتا ہے اس کا کاسۂ گدائی جام جم بن جاتا ہے۔

# بے حساب

(جاوید چوھدری)

وہ بازار سے گزر رہے تھے، مولوی صاحب کے سامنے کریانے کی دکان تھی، ایک درمیانی عمر کی خاتون دکان پر کھڑی تھی، دکاندار وارفتگی کے عالم میں خاتون کو دیکھ رہا تھا، وہ جس جنس کی طرف اشارہ کرتی تھی، دکاندار ہاتھ سے اس بوری سے وہ جنس نکالنے لگتا تھا، وہ اس وقت تک وہ جنس تھیلے میں ڈالتا جاتا تھا جب تک خاتون کی انگلی کسی دوسری بوری کی طرف نہ جاتی تھی، دکاندار دوسری بوری سے بھی اندھا دھند جنس نکالنے لگتا تھا، یہ عجیب منظر تھا، دکاندار وارفتگی کے ساتھ گاہک کو دیکھ رہا تھا، گاہک انگلی کے اشارے سے دکاندار کو پوری دکان میں گھما رہا تھا اور دکاندار الٰہ دین کے جن کی طرح چپ چاپ اس کے حکم پر عمل کر رہا تھا، خاتون نے آخر میں لمبی سانس لی اور دکاندار کو حکم دیا "چلو بس کرو، آج کی خریداری مکمل ہوگئی" دکاندار نے چھوٹی چھوٹی تھیلیوں کے منہ بند کئے، یہ تھیلیاں بڑی بوری میں ڈالیں، بوری کندھے پر رکھی اور خاتون سے کہا "چلو زبیدہ میں سودا تمہارے گھر چھوڑ آتا ہوں" خاتون نے نخوت سے گردن ہلائی اور پوچھا "حساب کتنا ہوا" دکاندار نے جواب دیا "زبیدہ عشق میں حساب نہیں ہوتا" خاتون نے غصے سے اس کی طرف دیکھا، مُڑی اور گھر کی طرف چل پڑی، دکاندار بھی بوری اُٹھا کر چپ چاپ اس کے پیچھے چل پڑا، مولوی صاحب یہ منظر دیکھتے رہے، دکاندار خاتون کے ساتھ چلا گیا تو، مولوی صاحب دکان کے تھڑے پر بیٹھ گئے، شاگرد گلی میں کھڑے ہو گئے، دکاندار تھوڑی دیر بعد واپس آ گیا، مولوی صاحب نے دکاندار کو قریب بلایا اور اس سے پوچھا "یہ خاتون کون تھی" دکاندار نے ادب سے ہاتھ چومے اور عرض کیا "جناب یہ فلاں امیر خاندان کی نوکرانی ہے" مولوی صاحب نے پوچھا تم نے اسے بغیر تولے سامان باندھ دیا، پھر اس سے رقم بھی نہیں لی" دکاندار نے عرض کیا "مولوی صاحب! میں اس کا عاشق ہوں اور انسان جب کسی کے عشق میں مبتلا ہوتا ہے تو

پھر اس سے حساب نہیں کرتا" دکاندار کی بات سیدھی مولوی صاحب کے دل پر لگی، وہ چکرائے اور بے ہوش ہوکر گر گئے، شاگرد دوڑے، مولوی صاحب کو اُٹھایا، ان کی ہتھیلیاں اور پاؤں رگڑے، مولوی صاحب نے بڑی مشکل سے آنکھ کھولی، دکاندار گھبرایا ہوا تھا، اور ادب سے عرض کیا" جناب اگر مجھ سے غلطی ہوگئی ہو تو میں معافی چاہتا ہوں" مولوی صاحب نے فرمایا" تم میرے محسن ہو تم میرے مرشد ہو کیوں کہ تم نے مجھے زندگی میں عشق کا سب سے بڑا سبق دیا ہے" دکاندار نے حیرت سے پوچھا "جناب وہ کیسے؟" مولوی صاحب نے فرمایا" میں نے جانا، تم عورت کے عشق میں مبتلا ہوکر حساب سے بے گانے ہو جبکہ میں اللہ کی تسبیح بھی گن گن کر کرتا ہوں، میں نفل بھی گن کر پڑھتا ہوں اور قرآن کی تلاوت بھی اوراق گن گن کر کرتا ہوں لیکن اس کے باوجود اللہ تعالیٰ سے عشق کا دعوٰی کرتا ہوں، تم کتنے سچے اور میں کس قدر جھوٹا عاشق ہوں" مولوی صاحب وہاں سے اُٹھے، اپنی درگاہ پر واپس آئے اور پھر اپنے مرشد حضرت شمس تبریز کے ساتھ مل کر عشق کے چالیس اصول لکھے، ان اصولوں میں ایک اصول بے حساب اطاعت بھی تھا، یہ مولوی صاحب مولانا رومؒ تھے، یہ پوری زندگی اپنے مریدوں کو بتاتے رہے کہ اللہ تعالیٰ نے ہمیں نعمتیں دیتے ہوئے حساب نہیں کیا، تم بھی اس کا شکر ادا کرتے ہوئے حساب نہ کیا کرو، اپنی ہر سانس کی تار اللہ کے شکر سے جوڑ دو، اس کا ذکر کرتے وقت کبھی حساب نہ کرو، یہ بھی تم سے حساب نہیں مانگے گا اور یہ کل عشق الٰہی ہے۔

ملتان میں ہمارے ایک بزرگ شیخ صاحب زندگی کا بڑا حصہ مدینہ منورہ میں گزار کر ملتان تشریف لائے شیخ صاحب کے مریدین کی تعداد لاکھوں میں ہے، یہ مجھ پر خصوصی مہربانی فرماتے ہیں، میں ان کے فرمان پر ان سے ملاقات کیلئے ملتان بھی گیا، میری تفصیلی ملاقات ہوئی۔ عشق رسول ﷺ شیخ صاحب کا خصوصی روحانی فلسفہ ہے، یہ سمجھتے ہیں ہم نے اگر عشق رسول کی معراج پالی تو ہماری دنیا اور آخرت دونوں سنور جائیں گی، میں شیخ صاحب سے سو فیصد اتفاق کرتا ہوں کیونکہ اللہ تعالیٰ اس کائنات کا سب سے بڑا سچ ہے، یہ ہمارا خالق بھی ہے اور سب سے بڑا مالک جس ہستی کو اپنا محبوب کہتا ہو وہ ہستی بڑی ہوگی اور ہم اگر خالق کے محبوب سے عشق کریں گے

تو ہمارا خالق ہم سے کتنا راضی ہوگا؟ میں مولانا روم کے چالیس اصولوں کو بھی روحانی حقیقت مانتا ہوں لیکن اس کے باوجود میرے دل میں کبھی کبھی عجیب گمان اُٹھتے ہیں، میرا دنیا داری میں الجھا ہوا دماغ انتہائی نامعقول سوال اُٹھاتا ہے اور میں کئی کئی دنوں تک ان سوالوں کی کرچیاں چنتا رہتا ہوں، مثلاً میرا دنیاوی ذہن اکثر پوچھتا ہے، یہ دنیا اگر بری ہے، یہ اگر گھٹیا جگہ ہے اور یہ اگر مصیبتوں کا گھر ہے تو پھر اللہ تعالیٰ نے اپنی سب سے اچھی مخلوق یعنی انسان کو اس گھٹیا اور بری جگہ کیوں بھیجا، ہوسکتا ہے ہم گنہگاروں کیلئے یہی جگہ مناسب ہو لیکن اللہ تعالیٰ کے نبی، اللہ تعالیٰ کے رسول اور سب سے بڑھ کر اللہ تعالیٰ کے محبوبﷺ وعظیم ہستیاں ہیں اللہ تعالیٰ ان کی عظمت، ان کے تقدس کی قسمیں کھاتا ہے پھر اللہ ان ہستیوں کو مصیبت، آزار، خرابی اور غلطیوں سے لتھڑی اس زمین پر کیوں بھیج دیا؟ یہ ہستیاں اس زمین اور ہم جیسے چھوٹے اور ناقص ایمان والے انسانوں کو" ڈیزرو"(Deserve) نہیں کرتی تھیں اور پھر اللہ تعالیٰ نے ان ہستیوں کو اس زمین پر بھی اتارا اور ساتھ ہی انہیں عام انسانوں کے تقاضوں کا پابند بھی بنا دیا، وہ بھی پانی پیتے تھے، کھانا کھاتے تھے، کپڑے اور سائبان ان کی بھی ضرورت تھے، وہ بھی خانگی زندگی گزارتے تھے، وہ بھی کھیتی باڑی، تجارت، گلہ بانی کرتے تھے، وہ بھی اپنوں کے ہاتھوں تکلیف اُٹھاتے تھے، وہ بھی نقل مکانی اور ہجرت کرتے تھے اور وہ بھی اپنا اور اپنے لوگوں کا حق لینے کیلئے لڑتے تھے، ان کی رگوں میں بھی لہو دوڑتا تھا، وہ بھی سانس لیتے تھے، وہ بھی بیمار ہوتے تھے، وہ بھی زخم کھاتے تھے وہ بھی گھبرا کر اللہ سے مدد مانگتے تھے اور تکلیف انہیں بھی تکلیف دیتی تھی، ہم میں اور ان میں زندگی کے تقاضے بھی مشترک ہیں، وہ بھی آئے اور چلے گئے، ہم بھی آئے اور چلے جائیں گے، میرا ناقص دماغ سوچتا ہے، یہ دنیا اگر واقعی بری جگہ ہوتی تو اللہ تعالیٰ کبھی اپنے محبوب کو اتنی بری جگہ نہ بھیجتا اور اگر زندگی کے تقاضے بھی غلط اور برے ہوتے تو دنیا کا کوئی نبی گھر نہ بناتا، وہ شادی نہ کرتا، وہ صاحب اولاد نہ ہوتا، وہ بھیڑ بکریاں اور اونٹ نہ پالتا، وہ تجارت نہ کرتا، وہ جنگ نہ لڑتا اور وہ کسی انسان کے پاس ملازمت اختیار نہ کرتا مگر یہ وہ دنیاوی معاملات ہیں جنہیں دنیا کے تقریباً تمام انبیاء کرام نے نبھایا اور دنیا کے تمام غوث، قطب، ابدال اور اولیاء نبھا رہے ہیں، دنیا بُری نہیں،

اسکے تقاضے بھی برے نہیں ہو سکتے، یہ برے ہوتے تو اللہ تعالیٰ بھی اپنی اشرف ترین مخلوق کو اس دنیا میں بھیجتا اور نہ ہی اپنے محبوب ترین نبیوں کو اس زمین، اس دنیا میں اتارتا پھر ایشو کیا ہے؟ ایشو صرف عشق ہے۔

اللہ تعالیٰ کے نبی اللہ تعالیٰ کے عشق کے سفیر تھے، وہ عام لوگوں اور اللہ تعالیٰ کے درمیان عشق کی سفارت فرماتے تھے، یہ ہمیں بتانے کیلئے زمین پر آتے رہے تم دنیا کے سارے تقاضے پورے کرو، عام انسانوں کی طرح عام زندگی گزارو، ٹھنڈے پانی کی ٹھنڈک سے بھی لطف لو اور جنس مخالف کی قربت سے بھی لذت اُٹھاؤ لیکن ساتھ ساتھ اللہ تعالیٰ کو بھی یاد رکھو کیونکہ اللہ کی یہ یاد، اللہ سے یہ عشق تمہارا وہ اثاثہ ہوگا جسے تم باندھ کر واپس اللہ کے پاس جاؤ گے، یہ پیغام دینے کیلئے اللہ تعالیٰ کے نبی زمین پر آتے رہے اور ہم عام انسانوں کے درمیان رہ کر، عام لوگوں جیسی زندگی گزار کر اللہ تعالیٰ کی سفارت کرتے رہے مگر ہم نے پیغام کو چھوڑ کر ان کے بشری تقاضوں کو سنت بنا دیا، ہم نے عشق کی بجائے محبوب کے لباس کو اپنا لیا، نبی اکرم ﷺ کی سب سے بڑی سنت اللہ تعالیٰ سے عشق ہے، اللہ تعالیٰ کی نعمتوں پر شکر ہے، اللہ تعالیٰ کی اطاعت ہے، اللہ تعالیٰ کی بھیجی ہوئی آزمائشوں پر صبر ہے اور ساتھ ہی ساتھ اللہ تعالیٰ کا بے حساب ذکر ہے مگر ہم میں سے کتنے لوگ ہیں جو اللہ تعالیٰ کا بے حساب ذکر کرتے ہیں، دنیا کی آزمائشوں پر صبر کرتے ہیں، اطاعت اور فرمانبرداری کو معمول بناتے ہیں، ہر سانس کے بعد اللہ کا شکر کرتے ہیں اور اللہ تعالیٰ سے اتنا عشق کرتے ہیں جتنا مولانا رومؒ کا وہ دکاندار قونیہ کی اس فانی خاتون سے کرتا تھا، ہم زندگی میں داڑھی، مسواک اور تسبیح تک کا حساب رکھتے ہیں لیکن اللہ تعالیٰ سے توقع کرتے ہیں، یہ ہمارے معاملے میں بے حساب ہو جائے گا، ہم اللہ تعالیٰ کے بندوں کو ان کے حلیوں کی بنیاد پر اچھا یا برا سمجھتے ہیں لیکن اللہ تعالیٰ سے توقع رکھتے ہیں، یہ ہمارے عیب چھپائے رکھے گا، اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے عاشق ہیں تو پھر بے حساب ہو جائیں، آپ کو بے حساب صلہ ملے گا، بے حساب کرم اور رحمتیں ملیں گی۔

# ولادت باسعادت امام المرسلین رحمت دو عالم ﷺ

(عبدالرشید ساہی)

خیمۂ افلاک کا اِستادہ اسی نام سے ہے

نبضِ ہستی تپش آمادہ اسی نام سے ہے

اے محبوب ﷺ آپ سے زیادہ حسین میری آنکھ نے کبھی دیکھا ہی نہیں اور آپ ﷺ سے زیادہ حسن و جمال کا پیکر کسی ماں نے جنا ہی نہیں۔ آپ ﷺ ہر عیب سے مبرا اور پاک پیدا کئے گئے ہیں گویا کہ جیسے آپ ﷺ چاہتے تھے ویسا ہی آپ ﷺ کو پیدا کیا گیا ہے۔

ربیع الاوّل کا مہینہ ہے آمد رسول ﷺ کی سہانی اور پر کیف گھڑیاں ہیں فضاؤں اور ہواؤں میں بھینی بھینی خوشبو رچی ہوئی ہے، کائنات کی ساری مخلوقات خوشی کے ترانے گا رہی ہے شجر و حجر بھی درود وسلام کے ترانے پیش کر رہے ہیں، آسمانوں سے لیکر زمین تک ملائکہ اپنی بے پناہ مسرت و شادمانی کا اظہار کر رہے ہیں۔ فرشتوں کے سردار اور رحمت دو عالم کے دربان حضرت جبرائیل تین سفید جھنڈے لے کر فرش ارض پر آئے ہیں۔ ایک جھنڈا رحمت عالم ﷺ کی جائے پیدائش یعنی حضرت آمنہؓ کی رہائش گاہ پر نصب کیا گیا ہے دوسرا خانہ کعبہ اور تیسرا بیت المقدس پر لہرا دیا گیا ہے گویا کہ رب تعالیٰ نے اپنے پیارے محبوب ﷺ کی آمد پر دنیا سے ظلم وستم اور جہالت کا خاتمہ کرنے کا اعلان فرما دیا ہے کفر وشرک کی تاریکیاں دور فرمانے کا اعلان فرما دیا گیا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے مومنوں کو بہت سی نعمتوں سے نوازا۔ ان پر بے شمار احسان کئے مگر کسی نعمت اور احسان کو جتایا نہیں لیکن جب اپنا محبوب ﷺ عطا فرمانے کا موقع آیا تو قرآن مجید میں فرما دیا۔ "اللہ نے مومنوں پر بہت بڑا احسان کیا ہے کہ انہی میں سے ایک رسول بھیجے جو ان کو اللہ کی آیات پڑھ پڑھ کر سناتے ہیں اور ان کو پاک کرتے اور اللہ کی کتاب اور دانائی سکھاتے ہیں"۔

لکھاریوں نے نبی مکرم ﷺ کی ولادت باسعادت پر اپنے اپنے انس اور محبت کے پھول نچھاور کیے شاعروں نے اپنے اپنے جذبوں اور شعور کے مطابق نبی رحمت دو عالم ﷺ کی شان میں نعتوں کے نذرانے پیش کیے۔ ہر ایک کا انداز جدا جدا ہے مگر محبت اور الفت کے چشمے ہر تحریر سے ظاہر ہوتے ہیں۔ علامہ اقبالؒ نے ایک ہی شعر میں اپنے عشق کی معراج بیان فرمادی ہے

کی محمد ﷺ سے وفا تو نے تو ہم تیرے ہیں یہ جہاں چیز ہے کیا لوح و قلم تیرے ہیں

کون بدقسمت اور بدنصیب ہوگا جو ولادت نبی آخرالزمان ﷺ پر مسرور نہ ہوگا۔ لیکن جو عید میلاد النبی ﷺ منانے کا طریقہ آج کل دیکھنے میں مل رہا ہے یہ نبی رحمت ﷺ کی غلامی نہیں ، نافرمانی ہے ، غلامی تب ہوگی جب ہم سب مل کر آقائے دو عالم ﷺ کی اتباع کے مطابق اپنی اپنی زندگی کو سنوار لیں گے قرآن اور صاحب قرآن کے فرمان کے مطابق عمل کریں گے۔

اگر آپ کو رسول ہاشمی ﷺ سے محبت ہے پیار ہے اُنس ہے، عشق ہے تو ان کے اندازِ زندگی کے مطابق اپنی زندگی گزارنے کی کوشش کرو۔ پھر کیا ہوگا ؟ آپ اس جہاں میں بھی کامیاب اور حشر میں بھی کامیاب قرار پائیں گے۔

ولادت باسعادت رحمت دو عالم ﷺ پر لکھے گئے جناب حفیظ جالندھری صاحب کے یہ اشعار ان پر کیف، پرمسرور اور معطر لمحات کی خوب عکاسی کرتے ہیں۔

جہاں میں جشنِ صبح عید کا سامان ہوتا تھا اُدھر شیطان تنہا اپنی ناکامی پہ روتا تھا

نظر آئیں جو محکم فطرت کامل کی بنیادیں دھڑک کر زلزلے سے ہل گئیں باطل کی بنیادیں

ستون کعبے میں قائم ہو گئے جب دینِ بیضا کے گرے غش کھا کے چودہ کنگرے ایوانِ کسریٰ کے

سر فاراں پہ لہرانے لگا جب نور کا جھنڈا
ہُوا اِک آہ بھر کر فارس کا آتش کدہ ٹھنڈا

بجائی بڑھ کے اسرافیل نے پر کیف شہنائی　　ہوئی فوجِ ملائک جمع زیر چرخِ مینائی

ندا یہ آئی دریچے کھول دو ایوان قدرت کے　　نظارے خود کرے گی آج قدرت شان قدرت کے

یکا یک ہوگئی ساری فضا تمثال آئینہ　　نظر آیا معلق عرش تک اک نور کا زینہ

خدا کی شانِ رحمت کے فرشتے صف بصف اترے　　پرے باندھے ہوئے سب دین و دنیا کے شرف اترے

سحاب نور آ کر چھا گیا مکہ کی بستی پر　　ہوئی پھولوں کی بارش ہر بلندی اور پستی پر

ہوا عرش معلّی سے نزول رحمت باری

تو استقبال کو اٹھی حرم کی چار دیواری

صدا ہاتف نے دی اے ساکنان خطۂ ہستی　　ہوئی جاتی ہے پھر آباد یہ اُجڑی ہوئی بستی

مبارکباد ہے ان کے لئے جو ظلم سہتے ہیں　　کہیں جن کو اماں ملتی نہیں برباد رہتے ہیں

مبارکباد بیواؤں کو حسرت زار نگاہوں کو　　اثر بخشا گیا نالوں کو فریادوں کو، آہوں کو

ضعیفوں بیکسوں، آفت نصیبوں کو مبارک ہو　　یتیموں کو، غلاموں کو، غریبوں کو مبارک ہو

مبارک ٹھوکریں کھا کھا کے پیہم گرنے والوں کو　　مبارک ٹھوکریں کھا کر بھٹکتے پھرنے والوں کو

خبر جا کر سنا دو شش جہت کے زیر دستوں کو　　زبردستی کی جرات اب نہ ہوگی خود پرستوں کو

معین وقت آیا، زورِ باطل گھٹ گیا آخر　　اندھیرا مٹ گیا ظلمت کا بادل چھٹ گیا آخر

مبارک ہو کہ ختم المرسلین تشریف لے آئے　　جناب رحمۃ اللعالمین تشریف لے آئے

بصد انداز یکتائی بغایت شانِ زیبائی

امیں بن کر امانت آمنہؓ کی گود میں آئی

ندا ہاتف کی گونج اٹھی زمینوں آسمانوں میں　　خموشی دب گئی اللہ اکبر کی اذانوں میں

حریم قدس سے میٹھے ترانوں کی صدا گونجی　　مبارکباد بن کے شادیانوں کی صدا گونجی

ہر سو نغمہ صلّی علیٰ گونجا فضاؤں میں　　خوشی نے زندگی کی روح دوڑا دی ہواؤں میں

فرشتوں کی سلامی دینے والی فوج گاتی تھی

جنابِ آمنہؓ سنتی تھیں یہ آواز آتی تھی

اگرچہ آپ ﷺ کی حقیقت کو اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی نہیں پا سکا اس سے آگاہی کے باوجود علامہ اقبالؒ حضور نبی اکرم ﷺ کی بارگاہِ اقدس میں چشمِ تر سے یوں عرض گزار ہیں۔

چشمِ اقوام سے مخفی ہے حقیقت تیری

ہے ابھی محفلِ ہستی کو ضرورت تیری

زندہ رکھتی ہے زمانے کو حرارت تیری

کوکبِ قسمتِ امکاں ہے خلافت تیری

وقتِ فرصت ہے کہاں کام ابھی باقی ہے

نورِ توحید کا اتمام ابھی باقی ہے

اللہ تعالیٰ نے سورۃ الحدید میں ارشاد فرمایا ہے۔ ترجمہ: "اے ایمان والو! اللہ کا تقویٰ اختیار کرو اور اس کے رسول ﷺ پر ایمان لے آؤ وہ تمہیں اپنی رحمت کے دو حصے عطا فرمائے گا اور تمہارے لئے نور پیدا فرما دے گا جس میں تم (دنیا و آخرت) میں چلا کرو گے اور تمہاری مغفرت فرما دے گا اور اللہ بہت بخشنے والا بہت رحم فرمانے والا ہے۔"

بخاری و مسلم کی حدیث مبارکہ ہے ترجمہ: "جس نے میری اطاعت کی پس تحقیق اس نے اللہ کی اطاعت کی اور جس نے میری نافرمانی کی پس تحقیق اس نے اللہ کی نافرمانی کی"۔

قوتِ عشق سے ہر پست کو بالا کر دے

دہر میں اسمِ محمد ﷺ سے اجالا کر دے۔　　(علامہ اقبالؒ)

# زندگی کی چوبیس مشکلات کا نبوی ﷺ حل

(فہد محمود بخاری)

حضرت خالد بن ولیدؓ فرماتے ہیں کہ ایک آدمی حضور نبی کریم ﷺ کے پاس آیا اور عرض کی میں آپ سے دنیا و آخرت کے بارے میں کچھ پوچھنا چاہتا ہوں؟ آپ ﷺ نے فرمایا جو چاہو پوچھو!

اس نے کہا: اے اللہ کے نبی میں چاہتا ہوں کہ سب سے بڑا عالم بن جاؤں؟

آپ ﷺ نے فرمایا: اللہ سے ڈر تو بڑا عالم بن جائے گا۔

اس نے کہا: میں چاہتا ہوں کہ سب سے بڑا مال دار بن جاؤں؟

آپ ﷺ نے فرمایا: قناعت اختیار کر! تو سب سے بڑا مالدار بن جائے گا۔

اس نے کہا: میں چاہتا ہوں کہ سب سے اچھا انسان بن جاؤں؟

آپ ﷺ نے فرمایا: اچھا انسان وہ ہے جو لوگوں کو نفع پہنچائے، تو لوگوں کو نفع پہنچا، اچھا آدمی بن جائیگا۔

اس نے کہا: میں چاہتا ہوں کہ سب سے زیادہ عدل کرنے والا بن جاؤں؟

آپ ﷺ نے فرمایا: جو اپنے لئے پسند کرتے ہو وہی دوسروں کیلئے پسند کیا کرو تم بڑے عدل والے بن جاؤ گے۔

اس نے کہا: میں چاہتا ہوں کہ اللہ کا خاص بندہ بن جاؤں؟

آپ ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ کا ذکر کثرت سے کیا کر! تو اللہ کا خاص بندہ بن جائے گا۔

اس نے کہا: میں چاہتا ہوں کہ میں بہت نیک بن جاؤں؟

آپ ﷺ نے فرمایا: اللہ کی عبادت یوں کیا کر کہ تو اسے دیکھ رہا ہے اگر ایسا نہ ہو سکے تو کم از کم یوں عبادت کر، کہ اللہ تعالیٰ تجھے دیکھ رہا ہے۔ بڑا عبادت گزار بن جائے گا۔

اس نے کہا: میں چاہتا ہوں کہ میرا ایمان کامل ہو جائے؟

آپ ﷺ نے فرمایا: اپنے اخلاق اچھے کرلو تمہارا ایمان کامل ہو جائے گا۔

اس نے کہا: میں چاہتاہوں کہ فرمانبردار بن جاؤں؟
آپ ﷺ نے فرمایا: فرائض باقاعدگی سے ادا کرتے رہو فرمانبردار بن جاؤ گے۔
اس نے کہا: میں چاہتاہوں کہ روز قیامت گناہوں سے پاک اٹھایا جاؤں؟
آپ ﷺ نے فرمایا: غسل جنابت خوب اچھی طرح کیا کرو، روز قیامت بغیر گناہ کے اٹھائے جاؤ گے
اس نے کہا: میں چاہتاہوں کہ روز قیامت نور ہی نور میں اٹھایا جاؤں۔
آپ ﷺ نے فرمایا: کسی پر ظلم نہ کرو روز قیامت نور میں اٹھائے جاؤ گے۔
اس نے کہا: میں چاہتاہوں کہ میرا ربّ مجھ پر رحم کرے؟
آپ ﷺ نے فرمایا: تو اپنی جان پر اور مخلوق خدا پر رحم کر اللہ تجھ پر رحم کرے گا۔
اس نے کہا: میں چاہتاہوں کہ میرے گناہ کم ہو جائیں؟
آپ ﷺ نے فرمایا: استغفار کیا کر تیرے گناہ جھڑ جائیں گے۔
اس نے کہا: میں چاہتاہوں کہ لوگوں میں بڑا عزت والا بن جاؤں؟
آپ ﷺ نے فرمایا: اللہ کا شکوہ مخلوق کے آگے نہ کیا کر تو بڑا آدمی بن جائے گا۔
اس نے کہا: میں چاہتاہوں کہ میرا رزق بڑھا دیا جائے؟
آپ ﷺ نے فرمایا: ہمیشہ پاک (باوضو) رہا کر تیرا رزق بڑھا دیا جائے گا۔
اس نے کہا: میں چاہتاہوں کہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کا پسندیدہ بن جاؤں؟
آپ ﷺ نے فرمایا: اس چیز کو پسند کر جسے اللہ، رسول پسند کرتے ہوں اور اس چیز کو ناپسند جان جس کو اللہ اور اس کا رسول ناپسند بتائیں۔
اس نے کہا: میں چاہتاہوں کہ اللہ تعالیٰ کی ناراضگی سے بچ جاؤں؟
آپ ﷺ نے فرمایا: کسی پر غصہ نہ کیا کر، اللہ تعالیٰ کی ناراضگی اور اس کے غصے سے بچ جائے گا۔
اس نے کہا: میں چاہتاہوں کہ مستجاب الدعوات بن جاؤں، میری دعائیں قبول ہونے لگیں؟
آپ ﷺ نے فرمایا: حرام کھانے سے بچتا رہ تیری دعائیں قبول ہوں گی۔

اس نے کہا: میں چاہتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ مجھے روزِ قیامت سب بندوں کے سامنے رسوا نہ کرے؟
آپ ﷺ نے فرمایا: اپنی شرمگاہ کی حفاظت کرو اللہ تعالیٰ تمہیں بندوں کے سامنے رسوا نہیں کرے گا۔
اس نے کہا: میں چاہتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ میرے عیب چھپا لے؟
آپ ﷺ نے فرمایا: تو اپنے بھائیوں کے عیب چھپا لے اللہ تعالیٰ تیرے عیوب لوگوں سے چھپائے گا۔
اس نے کہا: اللہ تعالیٰ کن چیزوں کے ساتھ بندوں کی خطاؤں کو مٹا دیتا ہے؟
آپ ﷺ نے فرمایا: نادم ہو کر رونے اور بیماریوں کے ساتھ۔
اس نے کہا: کون سی نیکی اللہ تعالیٰ کے ہاں افضل ہے؟
آپ ﷺ نے فرمایا: اچھے اخلاق، عاجزی، مصائب پر صبر اور اللہ کے فیصلوں پر راضی رہنا۔
اس نے کہا: کون سی برائی اللہ کے ہاں سب سے بڑھ کر ہے؟
آپ ﷺ نے فرمایا: برے اخلاق اور بخل؟
اس نے کہا: کیا چیز رحمٰن کے غضب کو ٹھنڈا کر دیتی ہے؟
آپ ﷺ نے فرمایا: چپکے چپکے صدقہ کرنا، صلح رحمی کرنا۔
اس نے کہا: کیا چیز نارِ جہنم کو بجھا دیتی ہے؟۔ آپ ﷺ نے فرمایا: روزہ۔

## دُعائے مغفرت

چوک اعظم کے بھائی پروفیسر محمد شبیر شاہد ہوتوانی کے مرحوم والدین کی مغفرت و درجات کی بلندی کیلئے سب بھائیوں سے دعا کی درخواست ہے
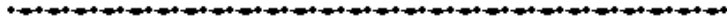
## نعت شریف: (مظفر وارثیؒ)

**یا رحمت اللعالمین** **(مرسلہ: حافظ محمد یٰسین)**

الہام جامہ ہے تیرا　　قرآن عمامہ ہے تیرا
ممبر ترا عرش بریں　　یا رحمت اللعالمین

آئینہ رحمت بدن　　سانسیں چراغ علم و فن
قرب الٰہی تیرا در　　الفقرو فخری تیرا دہن
خوشبو تیری جوئے کرم　　آنکھیں تیری باب حرم
نو ر ازل تیری جبیں　　یا رحمت اللعالمین

تیری خاموشی بھی اذاں　　نیندیں بھی تیری رَت جگے
تیری حیات ِپاک کا　　ہر لحہ پیغمبر لگے
خیر البشر رُتبہ تیرا　　آواز حق خطبہ تیرا
آفاق تیرے سامعیں　　یا رحمت اللعالمین

قبضہ تیری پر چھائی کا　　بینائی پر ادراک پر
پیروں کی جنبش خاک پر　　اور آہٹیں افلاک پر
گرد سفر تاروں کی ضو　　مرکب براق تیزرو
سائیں جبریل امیں　　یا رحمت اللعالمین

پھر گدڑیوں کو لعل دے　　جان پتھروں میں ڈال دے
حاوی ہوں مستقبل پہ ہم　　ماضی سا ہم کو حال دے
دعویٰ ہے تیری چاہ کا　　اس امت گمراہ کا
تیرے سوا کوئی نہیں　　یا رحمت اللعالمین

بابا جی قبلہ محمد صدیق ڈارؒ نے ربیع الاول اور خواجہ عبدالحکیم انصاریؒ کی برسی کے موقع پر پڑھی گئی اس نعت کو پسند فرمایا اور سالانہ کنونشن پر فرمائش کر کے محترم ماجد محمود تو حیدی سے دوبارہ سنی۔

# بانی سلسلہ عالیہ توحیدیہ خواجہ عبدالحکیم انصاریؒ کی شہرہ آفاق تصانیف

قرونِ اولیٰ میں مسلمانوں کی بے مثال ترقی اور موجودہ دور میں زوال وانحطاط کی وجوہات، اسلامی تصوّف کیا ہے؟ سلوک طے کرنے کا عملی طریقہ، سلوک کا ماحصل اور سلوک کے ادوار، ایمان محکم کس طرح پیدا ہوتا ہے؟ عالم روحانی کی تشریح، جنت، دوزخ کا محل وقوع اور ان کے طبقات کی تعداد، انسانی روح کی حقیقت کیا ہے؟ روح کا دنیا میں آنا اور واپسی کا سفر، اسلامی عبادات، معاملات، اور اخلاق وآداب کے اسرار ورموز اور نفسیاتی اثرات، امت مسلمہ کے لئے اپنے کھوئے ہوئے مقام کے حصول کیلئے واضح لائحہ عمل۔

کتاب ہذا بانی سلسلہ خواجہ عبدالحکیم انصاریؒ کے خطبات پر مشتمل ہے۔ جو آپ نے سالانہ اجتماعات پر ارشاد فرمائے اسمیں درج ذیل خصوصی مسائل پر روشنی ڈالی گئی۔
سلوک وتصوف میں ذاتی تجربات، مرشد کی تلاش کے دس سالہ دور کا حال۔
زوال اُمت میں اُمراء، علماء، صوفیاء کا کردار۔ علماء اور صوفیاء کے طریق اصلاح کا فرق۔
تصوف خفتہ اور بیدار کے اثرات اور تصوّف کے انسانی زندگی پر اثرات۔
سلسلہ عالیہ توحیدیہ کے قیام سے فقیری کی راہ کیونکر آسان ہوئی۔

یہ کتاب سلسلہ عالیہ توحیدیہ کا آئین ہے۔ اس میں سلسلے کی تنظیم اور عملی سلوک کے طریقے تفصیل کے ساتھ بیان کئے گئے ہیں۔ جو لوگ سلسلہ میں شامل ہونا چاہتے ہیں انہیں یہ کتاب ضرور پڑھنی چاہئے۔ حضرت خواجہ عبدالحکیم انصاریؒ نے تصوف کی تاریخ میں پہلی مرتبہ فقیری کا مکمل نصاب اس چھوٹی سی کتاب میں قلم بند کردیا ہے۔ اس میں وہ تمام اوراد اذکار اور اعمال واشغال تفصیل کے ساتھ تحریر کردیئے ہیں جس پر عمل کرکے ایک سالک اللہ تعالیٰ کی محبت، حضوری، لقاء اور معرفت حاصل کرسکتا ہے۔

وحدت الوجود کے موضوع پر یہ مختصر سی کتاب نہایت ہی اہم دستاویز ہے۔
مصنفؒ نے وحدت الوجود کی کیفیت اور روحانی مشاہدات کو عام فہم دلائل کی روشنی میں آسان زبان میں بیان کردیا ہے۔ آپ نے جن دیگر موضوعات پر روشنی ڈالی ہے وہ یہ ہیں:۔ حضرت مجدد الف ثانیؒ کا نظریہ وحدت الشہود، انسان کی بقاء اور ترقی کیلئے دین کی اہمیت اور ناگزیریت، بنیادی سوال جس نے نظریۂ وحدت الوجود کو جنم دیا اور روحانی سلوک کے دوران بزرگان عظام کو ہو جانے والی غلط فہمیاں۔

# مکتبہ توحیدیہ کی مطبوعات

## مقصودِ حیات

مصنف: محمد صدیق ڈار توحیدی (شیخ سلسلہ عالیہ توحیدیہ)

یہ کتاب شیخ سلسلہ عالیہ توحیدیہ قبلہ محمد صدیق ڈار صاحب کے سالانہ خطبات پر مشتمل ہے۔ جو اُنہوں نے سلسلہ توحیدیہ کے سالانہ اجتماعات پر ارشاد فرمائے۔ اِس میں تصوّف کی تعلیمات کو قرآن کی روشنی میں ثابت کیا گیا ہے۔ اور یہ بتایا گیا ہے کہ تصوّف اسلام اور قرآن سے باہر کی کوئی چیز نہیں بلکہ یہ عین قرآن کے احکامات کا نام ہے اور قرآن جس طرح کے بندۂ مومن کی تصویر پیش کرتا ہے وہ بلاشبہ ایک سچے صوفی کا ہی روپ ہے۔ قرآن پاک کے حقیقی پیغام کو آسان پیرائے میں سمجھنے کیلئے یہ کتاب سالکانِ راہ حق کیلئے ایک نعمت غیر مترقبہ ہے۔

## فرموداتِ فقیر

مرتب: میاں علی رضا

بانی سلسلہ عالیہ توحیدیہ، خواجہ عبدالحکیم انصاریؒ اور آپکے دوست اور محسن رسالدار محمد حنیف خانؒ کی سوانح حیات کیساتھ اِس کتاب میں قبلہ انصاری صاحبؒ کی مجالس کا تذکرہ اور اپنے مریدوں کو مختلف اوقات میں لکھے ہوئے خطوط شامل کئے گئے ہیں۔

قبلہ حضرت کی مجالس میں بیان کیے گئے چھوٹے چھوٹے واقعات نہایت سبق آموز اور راہ سلوک کے مسافروں کے علاوہ عام قارئین کیلئے بھی یکساں دلچسپی کا باعث ہیں۔ آپکے لکھے ہوئے جوابی خطوط میں بھائیوں کیلئے دینی و دنیاوی اور روحانی مشکلات کے حل کا سامان موجود ہے۔ نہ صرف اِن کیلئے جن کو یہ خطوط لکھے گئے بلکہ اب بھی ہر پڑھنے والے کیلئے فائدے کا سبب ہیں۔
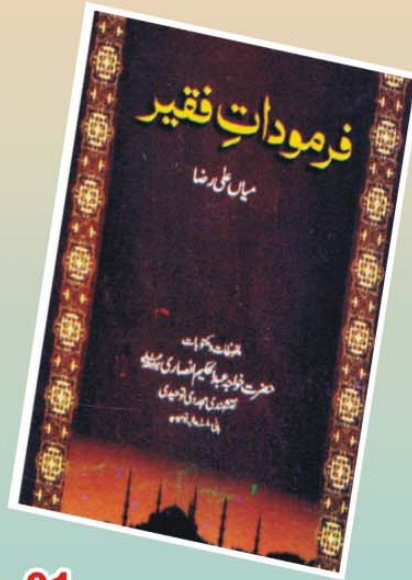
Reg: CPL - 01
Website www.tauheediyah.com